(م ۳۷۰ھ) نے ذکر کیا ہے: سمجھنا، مطلع ہونا۔ اور شاعر کی وجہ تسمیہ یہ ذکر کی ہے کہ اس کے شعور میں ایسی باتیں بھی آجاتی ہیں جن سے دوسرے لوگ محروم رہتے ہیں۔ (۸)

اصطلاحی معنی

شعر کا مشہور اصطلاحی معنی یہ ہے:

کلام مقفیٰ موزون علی سبیل القصد

ایسا کلام جس کو قصداً و بالارادہ وزن و قافیے پر لایا گیا ہو۔

شعر کی تعریف میں قصد و ارادے کی قید کا ذکر اکثر محققین وعروضیین اور تمام مفسرین ومحدثین نے کیا ہے۔

امام ابن القطاع الصقلی (م ۵۱۵ھ) (جن کے متعلق یاقوت حموی معجم الادباء (۹) میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے دور میں مصر کے اندر علوم عربیت اور فنونِ ادب کے امام تھے) فن عروض پر اپنی کتاب ''الشافی فی القوافی'' میں لکھتے ہیں اور ان کی یہ تحریر شعر کی مذکورہ بالا تعریف کے لئے فوائدِ قیود کا درجہ رکھتی ہے، ملاحظہ ہو:

> شاعر کو شاعر کئی وجوہ سے کہا جاتا ہے، مثلاً اس نے الفاظ کو باہم پرویا اور اس کا قصد وارادہ کیا پھر اس میں کامیاب ہوگیا اور اس کلام کو طریقۂ عرب کے مطابق وزن وقافیئے پر لاکر پیش کیا۔ اگر ان اوصاف میں سے کوئی وصف نہ پایا جائے تو وہ کلام شعر نہیں کہلائے گا اور نہ ہی اس کا قائل شاعر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ کلام طریقۂ ادب کے مطابق موزوں ہو اور شعر کا قصد وارادہ بھی کیا گیا ہو لیکن قافیہ بندی نہ ہو تو تمام علماء وشعرا کا اس پر اجماع ہے کہ وہ کلام شعر نہیں ہوگا، اسی طرح اگر قافیہ بندی تو کی اور ارادۂ شعر بھی تھا لیکن وزن برقرار نہ رہا تو بھی شعر نہ ہوگا، بالکل اسی طرح اگر وزن بھی ہو اور قافیہ بھی سلامت ہو لیکن یہ وزن وقافیہ بندی یا ارادۂ شعر کے سبب سے نہ ہو تو بھی وہ کلام شعر نہیں کہلائے گا۔ (۱۰)

ڈاکٹر کرنیلیوس (مستشرق) (م ۱۳۱۳ھ) کہتے ہیں:

ہمارا (شعر کی تعریف میں) یہ کہنا کہ اس کے وزن کا قصد وارادہ کیا گیا ہو یہ ان کلمات کو نکال دے گا جن میں وزن اتفاقاً پیدا ہوگیا، ہو جیسا کہ بعض قرآنی آیات مثلاً **لن تنالوا البرّ حتیٰ تنفقوا مما تحبون** (۱۱) اور **یرید ان یخرجکم من ارضکم بسحرہ** (۱۲) اس لئے کہ پہلی آیت (اوزانِ شعری میں سے) مجزوئے رَمَل کی قسم سے ہے اور

دوسری مجزو ءِ رَجز کی قسم سے، اور ایسے کلمات شعر نہیں کہلاتے، اس لئے کہ ان میں وزن مقصود نہیں۔ (۱۳)

مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شعر کی تعریف میں قصد وارادے کی وہی اہمیت ہے جو وزن وقافیہ بندی کی اور قصد وارادہ شعر کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ وزن وقافیہ، مگر بعض جدید محققین قصد وارادے کی قید سے نالاں ہیں، بلکہ بعض تو وزن وقافئے کو بھی شعر کی تعریف سے نکال دینا چاہتے ہیں، اگر تو یہ ان حضرات کی ذاتی رائے ہے تو سر دست ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن اگر وہ یہ رائے متقدمین اہل عرب کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں تو اس لئے کہ ہر دور میں اہل علم واہل تحقیق اس کی صراحت کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ بات درست نہیں۔ ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں کہ ابن القطاع الصقلی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اسی طرح امام نحاس لغوی (م ۳۳۸ھ) نے بھی اس پر اجماع کا قول نقل کیا ہے۔ (۱۴)

اس موضوع پر مزید حوالہ جات ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔

اگر مذکورہ بالا بیانات سے قطع نظر شعر کی تعریف کو انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو قصد وارادے کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ شعر کی ابتدائی جذباتی تحریک کے بعد شعر یا نظم کا تقریباً سارا ڈھانچہ قصد وارادے کا محتاج ہے، مثلاً جذباتی تحریک کے بعد یہ ارادہ کہ شعر یا نظم کی نوعیت کیا ہو؟ پھر بحر یا وزن کا انتخاب اور اگر نظم طویل ہو تو اس کی مجموعی اندرونی شکل پر بھی غور اور غزل میں بھی اندرونی ساخت وپرداخت اور تہذیب وترتیب کے بہت سے معاملے آجاتے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ شعر میں ابتدائی قصد سے لے کر تکمیل تک ارادہ وقصد لازمی طور پر کارفرما رہتا ہے۔ (۱۵)

تفسیر آیہ وما علمنٰہ الشعر

اس آیتِ کریمہ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی'' اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفارِ مکہ خصوصاً عقبۃ بن ابی معیط (۱۶) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کو معاذ اللہ شاعر کہا کرتے تھے، ان کی تردید میں باری تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔

الامام ابوالمنصور ماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) اپنی شہرۂ آفاق تفسیر تاویلات اہل السنہ میں فرماتے ہیں:

یہ آیت **وما علمناہ الشعر** ''اللہ زیادہ جاننے والا ہے''۔ کفار کے اس قول کے جواب میں نازل ہوئی کہ آپ (معاذ اللہ) شاعر وکذاب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب وتردید کے لئے فرمایا کہ ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔ (۱۷)

امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) شرح مشکل الآثار میں رقم طراز ہیں: وما علمناہ الشعر سے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو خبر دینا ہے کہ ہم نے نبی کو شعر کی تعلیم نہیں دی، اس سے مشرکین کے قول کی تردید مقصود ہے جو وہ کہا کرتے تھے کہ بل افتراہ بل ھو شاعر'' آپ نے یہ قرآن خود ہی اختراع کیا ہے بلکہ آپ تو شاعر ہیں'' تو اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ (۱۸)

یہی شانِ نزول علامہ قرطبی (۱۹) قاضی شوکانی (۲۰) علامہ آلوسی (۲۱) وغیرہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ ''ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی'' کفار کی تردید اس طرح ہوجاتی ہے کہ آپ کے معلم صرف باری تعالیٰ ہیں اور جب معلم خود ہی فرمارہے ہیں کہ ہم نے شعر کی تعلیم نہیں دی تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ شاعر نہیں ہیں۔

تفسیر آیۂ وما ینبغی له

اس آیت کے معنی ومفہوم میں مفسرین کی آرا مختلف ہیں زجاج کے نزدیک اس کا معنی ہے:

ما یتسھل لهٗ (۲۲)

شعر کہنا آپ ﷺ کے لئے آسان نہیں۔

قاضی بیضاوی بھی اس سے ملتا جلتا معنی بیان فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

مایصح له الشعر ولایتأتّٰی له ان اراد قرضه (۲۳)

آپ کے لئے شعر درست نہیں، اگر آپ شعر کہنا بھی چاہیں تو وہ آپ کے لئے ناہموار ثابت ہوگا۔

لیکن معروف محقق شہرۂ آفاق متکلم امام فخرالدین رازی (م ۶۰۶ھ) اس کے برعکس کہتے ہیں:

ماینبغی لهٗ کی تفسیر میں بعض لوگ کہتے ہیں ماکان یتأتیّ لهٗ اور دوسرے بعض لوگ مایتسھل لهٗ سے تفسیر کرتے ہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ بہ طور مثال بھی شعر پڑھتے تو وزن بدل جاتا تھا، یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ آپ ویاتیك من لم تزوّد بالاخبار پڑھا کرتے تھے (حالانکہ اصل مصرعہ ویاتیك بالأخبار من لم تزود ہے) اور اس میں ایک معنی ان سے زیادہ اچھا ہے وہ یہ کہ آیت کو اپنے ظاہری مفہوم پر رکھا جائے وہ یہ کہ شعر آپ ﷺ کے شایانِ شان اور مناسبِ حال نہیں تھا۔ (۲۴)

بعض مفسرین نے ان مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں ایک ضعیف قول ذکر کیا ہے کہ آیت میں صرف قرآن کے شعر ہونے کی نفی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کا صدور ہوسکتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) کی مندرجہ ذیل عبارت سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی اور نہ ہی وہ آپ کے شایان شان ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تعلیم دی ہے، جس کی شان یہ ہے کہ باطل نہ تو اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، وہ تو ایک صاحبِ حکمت ولائقِ تعریف ہستی کا نازل کردہ کلام ہے اور وہ شعر نہیں جیسا کہ کفار کے ایک گروہ کا خیال ہے، نہ ہی وہ کہانت اور جعلی وفرضی چیز ہے۔ (۲۵)

علامہ نسفی (م ۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

ماعلمناه بتعليم القرآن الشعر، على معنىٰ اَنَّ القرآن ليس بشعر (۲۶)

ہم نے آپ کو قرآن کی تعلیم دے کر شعر نہیں سکھایا، یعنی قرآن شعر نہیں۔

لیکن صحیح بات بہرحال یہی ہے کہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آیت کے اندر شعر کی نفی فرمائی گئی ہے۔ امام ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يقول تعالىٰ: وما علمنا محمدا الشعر وما ينبغي له ان يكون شاعرا (۲۷)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور شاعر ہونا ان کے لئے مناسب بھی نہ تھا۔

علامہ آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) بھی اس رائے کی شدومد سے تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسی دورازکار تاویلات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شعر کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ آپ ﷺ سے شعر کی نفی کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد "**وما علمناه الشعر**" ہی کافی ہے۔ (۲۸)

خود حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ **وما ینبغی لهٗ** کے تحت حضور ﷺ سے کلیتاً شعر کی نفی کرتے ہیں، جس سے ان کی گزشتہ عبارت کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں:

ماهو في طبعهٖ فلا يحسنه ولا يحبه ولا تقتضيه جبلته (۲۹)

شعر آپ کی طبیعت ومزاج سے خارج ہے لہٰذا آپ ﷺ شعر کہہ بھی نہیں سکتے نہ اسے پسند کرتے ہیں اور نہ ہی آپ کی فطرت اس کو چاہتی ہے۔

ابن کثیرؒ کی دونوں عبارتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آیتِ کریمہ قرآن کریم اور حضور علیہ السلام دونوں ہی سے شعر کی نفی کر رہی ہے۔ جیسا کہ دیگر مفسرین کی رائے ہے۔ (۳۰)

چونکہ قرآن کریم میں صراحتاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شعر کی نفی کی گئی ہے اسی لئے شاید بعض علماء کرام نے آپ کی طرف شعر کی نسبت کرنے کو کلمۂ کفر کہا ہے۔ علامہ فخر الدین قاضی خان (م ۵۹۲ھ)

فرماتے ہیں۔

قال بعض العلماء: لو قال شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شعراً فقد کفر

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہا (تخلیق کیا) تو اس نے کفر کیا۔(۳۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اشعار مناسب نہ ہونے کی وجہ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار سے کیوں دور رکھا گیا؟ اس میں محققین کی آرا مختلف ہیں۔

۱۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس لئے اشعار سے دور رکھا گیا تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس باکمال صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر معاذ اللہ خود ہی قرآن کریم اختراع کرلیا ہے۔ امام ابوبکر الجصاص (م ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وانما لم یعط ذلک لئلا تدخل بہ الشبھۃ علی قوم فیما اتی بہ من القرآن انہ قوی علی ذلک بما فی طبعہ من الفطنۃ للشعر (۳۲)

آپ ﷺ کو شعر کا علم اس لئے نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دل میں آپ کے لائے ہوئے قرآن کے متعلق یہ شبہ نہ پیدا ہو جائے کہ آپ شعر پر اپنی طبعی مہارت کی بنا پر (قرآن مجید گھڑ لینے پر) قدرت رکھتے ہیں۔

علامہ ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے بھی یہی وجہ بیان کی ہے۔

۲۔ جب کہ بعض حضرات دوسری وجہ بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ شعرا کے یہاں مبالغہ آرائی، لہو ولعب اور جھوٹ بہ کثرت پایا جاتا ہے یہاں تک کہ کہنے والے نے شعر کے متعلق یہاں تک کہہ دیا احسنہ اکذبہ کہ سب سے اچھا شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مشتمل ہے اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وانھم یقولون مالا یفعلون (۳۴) شاعر لوگ وہ کچھ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، اور یہ چیزیں انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے منصب سے ہرگز میل نہیں کھاتیں۔

امام ابوالمنصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وما ینبغی لہٗ'' یعنی آپ ﷺ کے شایان شان نہیں کہ ایسی چیز میں مشغول ہوں جس سے دل بہلایا جاتا ہے

والشعر فی الاصل انما جعل للتلھی بہ والتلذذ

اور شعر تو دراصل حصولِ لذت اور دل کے بہلاوے کے لئے ایجاد ہوا۔ اسی لئے آپ کی طبیعت اور شعر کے درمیان دوری پیدا کر دی گئی تا کہ آپ ہمیشہ علم وحکمت اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری میں مصروف رہیں اور لہو ولعب سے دور رہیں۔ (۳۵)

امام راغب اصفہانیؒ (م۵۰۲ھ) نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ (۳۶) علامہ آلوسیؒ نہ صرف اس رائے کے حامی ہیں بلکہ ان کو پہلی رائے سے اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں اگر اختراعِ قرآن کے شبہ ہی کو ختم کرنا مقصود تھا تو پھر فصاحت و بلاغت بھی ممنوع قرار دے دی جاتی، کیوں کہ اس سے بھی تو شبۂ اختراع پیدا ہوسکتا ہے اور جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ علت قرار دینا بھی درست نہیں۔ بلکہ علت ایک دوسری چیز ہے، فرماتے ہیں:

واختاره ابن عطية جعل العلة مافى قول الشعر من التخييل و التزويق للقول (۳۷)

ابن عطیہ نے اسی رائے کو اختیار کیا اور اصل وجہ شعر میں پراگندہ خیالات کا ہونا اور بات کو ملمع سازی کر کے پیش کرنا قرار دیا ہے۔

۳۔ لیکن امام فخر الدین رازی (م۶۰۶ھ) ایک تیسری وجہ بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

ولا يصلح له (النبى ﷺ) ذلك (الشعر) لأن الشعر يدعوا الى تغيير المعنىٰ لمراعاة اللفظ، والوزن، فالشارع يكون اللفظ منه تبعا للمعنىٰ والشاعر يكون المعنىٰ منه تبعا للفظ، لأنهٗ يقصد لفظا بهٖ يصح وزن الشعر أو قافيته فيحتاج الى التحيل لمعنىٰ ياتى بهٖ لأجل ذلك اللفظ (۳۸)

شعر آپ ﷺ کے مناسب نہیں، اس لیے کہ شعر الفاظ و وزن کی رعایت کرتے ہوئے معنیٰ کو بدلنے کی دعوت دیتا ہے اور شارع (شرعی راہنمائی کرنے والے) کے یہاں الفاظ معانی کے تابع ہوتے ہیں اور شاعر کے یہاں معانی الفاظ کے، اس لئے کہ وہ ایسے الفاظ تلاش کرتا ہے جس سے شعر کا وزن وقافیہ درست ہو جائے تو اسے الفاظ کی رعایت میں معنی بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

یہ تین توجیہات آپ نے ملاحظہ فرمالیں، راقم الحروف کے نزدیک یہ تینوں ہی علت وسبب بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ کیوں کہ ایک چیز کے اسباب مختلف ہوسکتے ہیں، رہا پہلی توجیہ پر علامہ آلوسیؒ کا یہ اعتراض کہ ممانعت شعر کی وجہ اگر یہ قرار دی جائے کہ قوتِ شعری کی وجہ سے لوگوں کو دھوکہ ہونے لگے گا کہ

یہ قرآن اسی قوت کی مدد سے اختراع کرلیا گیا ہے تو پھر کلام فصیح و بلیغ کی بھی ممانعت کردینی چاہئے تھی۔ کیونکہ اس سے بھی یہی شبہ پیدا ہوتا ہے۔علامہ آلوسیؒ کا یہ اعتراض محل نظر ہے وہ اس لئے کہ عرب کا سمجھ دار طبقہ تو جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہیں نہ ہی آپ ساحر و مجنون ہیں اور نہ ہی یہ قرآن شعر ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کا قصۂ قبول اسلام صحیح مسلم میں موجود ہے، انہوں نے اپنے بھائی اُنیس کو جو کہ خود ایک اچھے شاعر تھے حالات معلوم کرنے کے لئے مکہ بھیجا انہوں نے وہاں جا کر لوگوں سے مختلف باتیں سنیں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ شاعر کہتا تھا، کوئی کاہن، مجنون، مگر خود ان کی اپنی رائے کیا ہوئی؟ فرماتے ہیں:

ولقد وضعت قوله على أُقراء الشعر فما يلتئم على لسانِ احد بعدى انه شعر (۳۹)

میں نے آپ کے کلام کو شعر کی انواع و اقسام پر پرکھ کر دیکھا ہے کسی کی زبان پر یہ بات آنی مشکل ہے کہ وہ شعر ہے۔

اسی طرح خود رؤسائے عرب اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

ان قريشا تراوضت فيما يقولون للعرب فيه اذا قدموا عليهم الموسم، فقال بعضهم: نقول انه شاعر، نقال اهل الفطنة منهم، والله لتكذّبنّكم العرب، فانهم يعرفون اصناف الشعر، فوالله ما يشبه شيئاً منها، وما قوله شعر، وغير ذالك من الاقاويل (۴۰)

قریش کے مابین اس بارے میں مشاورت ہوئی کہ حج کے دنوں میں آنے والے عربوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہا جائے؟ بعض نے کہا ہم کہیں گے شاعر ہیں، ان میں سے سمجھ دار لوگ کہنے لگے قسم بہ خدا عرب اس بات میں تمہیں جھٹلائیں گے، اس لئے کہ وہ اقسامِ شعر سے واقف ہیں، بہ خدا ان کا کلام اشعار سے بالکل میل نہیں کھاتا اور نا ہی وہ شعر ہے۔

اور خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

۔ يعرفونه كما يعرفون ابنائهم (۴۱)

یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فہیم طبقہ یہ جانتا تھا کہ آپ شاعر نہیں مگر سوال یہ ہے کہ یہ جاننے اور سمجھنے

کے باوجود کہ آپ شاعر نہیں پھر اس شوروغوغا کا کیا مقصد؟ تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ کفار مکہ یہ چاہتے تھے کہ عوام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہیں، ہماری برتری وسرداری کی بقا اسی میں مضمر ہے۔

امام ابوالمنصور ماتریدیؒ فرماتے ہیں:

لکنهم نسبوه الی مانسبوه من الشعر والسحر والکذب تعنتا منهم وعنادا یلبسون امره بذلك علی اتباعهم لئلا تذهب رئاستهم و منفعتهم (۴۲)

لیکن انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو شعر، جھوٹ اور سحر کی نسبت کی وہ ضد اور مخالفت کی بنیاد پر کی، تاکہ اس کے ذریعے اپنے ماتحتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ مشتبہ کردیں اور ان کی بڑائی اور دنیاوی منفعتیں برقرار رہیں۔

اب رہی یہ بات کہ کفار مکہ کو تشکیک کی فضا پیدا کرنے کے لئے شاعریت کا سہارا لینے کی کیوں ضرورت پیش آئی، انہوں نے فصاحت و بلاغت کو بنیاد بنا کر ہی کیوں نہ اعتراض کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود کفار قریش کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہہ کر افترائے قرآن کا شبہ پیدا کرنا ہی صاف بتارہا ہے کہ عربوں کے یہاں شاعری فصاحت و بلاغت کا جزوِ اعظم سمجھی جاتی تھی۔ مشہور فاضل و ادیب ابن رشیق قیروانی (م۴۶۳ھ) صناعۃ شعر پر لکھی گئی کتابوں میں تاج کی حیثیت رکھنے والی (۴۳) اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''العمدہ'' میں رقم طراز ہیں:

واعجازه الشعراء أشد برهانا، ألا تری کیف نسبوا النبی صلی الله علیه وسلم الی الشعر لما غُلبوا وتبین عجزهم؟ فقالوا هوشاعر لما فی قلوبهم من هیبة الشعر وفخامته وأنه یقع منه ما لا یلحق، والمنثور لیس کذالك(۴۴)

قرآن کا شعرا کو (مثل لانے سے) عاجز کودینا زیادہ بڑی دلیل ہے، کیا تم نہیں دیکھتے جب کفار عاجز مغلوب ہوگئے تو کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شعر کی طرف کردی؟ اور کہا کہ آپ شاعر ہیں، یہ شعر کی اس ہیبت وعظمت کی وجہ سے تھا جو ان کے دلوں میں تھی اور شعر وہ درجہ حاصل کرلیتا ہے جس کی ہم سری نہیں کی جاسکتی اور نثر کو یہ حیثیت حاصل نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی عربوں کے یہاں بڑی اہمیت اور بہت قدر و قیمت تھی، کسی قبیلے میں شاعر کا پیدا ہوجانا اس قبیلے والوں کے لئے ترقی کی راہوں کے کھل جانے کے مترادف تھا، شعر کی اسی اہمیت کی بنا پر کفار قریش نے شاعریت کا سہارا لیا، اور عوام کو یہ جھانسہ دینے کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ دوسرے شعرا کی طرح شاعر ہیں اور قرآن کریم بھی معاذ اللہ دیگر شعرا کے کلام کی طرح ایک شاعر کا کلام ہے جس کی تردید باری تعالیٰ نے فرمائی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم ہی نہیں دیا اور نہ ہی وہ آپ کے شایانِ شان تھا۔

خلاصہ یہ کہ کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنا دھوکہ دہی کی خاطر تھا۔ جس سے ان غرض اپنی برتری کی بقا تھی۔ اور دھوکہ دہی کے لئے شاعریت کا سہارا لینے کی وجہ ان کے دلوں میں جاگزیں شعر کی ہیبت تھی کہ جس کلام سے وہ عاجز و مرعوب ہو گئے اور اسے باری تعالیٰ کا کلام قرار دینا انہیں اپنے لئے نقصان دہ نظر آیا دوسری طرف وہ انسانوں میں شاعر سے بڑی کسی قادر الکلام ہستی سے وہ آشنا نہ تھے۔ اس لئے آپ کو شاعر کہہ دیا۔ گویا شاعر کہنے کی وجہ ہیبت وعظمتِ شعر تھی نہ کہ شعر کا بےہودہ مضامین پر مشتمل ہونا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خود سے شاعر ہونے کی نفی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا خود بھی اپنے شاعر ہونے کی نفی فرمائی ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم ان فلان بن فلان ھجانی وھو یعلم أنی لست بشاعر فأھجوہ، فالعنہ عدد ما ھجانی، او مکان ماھجانی (۴۵)

یا اللہ فلاں بن فلاں نے میری ہجو کی ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں شاعر نہیں ہوں کہ جواباً اس کی ہجو کروں، لہٰذا اس نے جتنی میری ہجو کی ہے تو اس پر اتنی بار لعنت فرما۔

اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مـاُبالی ما اتیت ان انا شربت تریاقاً اوتعلقت تمیمة او قلت الشعر من قبل نفسی (۴۶)

اگر میں تریاق (۴۷) پیوں یا گنڈا (۴۸) لٹکاؤں یا اپنی طرف سے شعر کہوں تو پھر مجھے کوئی بھی برا کام کرنے کی پرواہ نہ رہے گی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد کہ ''آپ کے لئے شعر مناسب نہیں'' نہ صرف آپ نے اپنے شاعر ہونے کی نفی فرمائی بلکہ اپنے لئے شاعر ہونا ناپسند بھی فرمایا۔

دوسروں کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کی نفی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کی نفی اپنوں نے بھی کی اور بےگانوں نے بھی۔ حضرت ابنِ

عباسؓ فرماتے ہیں کہ ضماد (جو کہ عرب کا ایک صاحب وجاہت شخص تھا) مکے آیا اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختلف ناشائستہ القاب سننے کو ملے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے چند کلمات ارشاد فرمائے تو اس کی زبان سے نکلا:

لقد سمعت قول الکھنۃ، قول السحرۃ وقول الشعراء، فما سمعت مثل کلماتک ھؤلاء (۴۹)

بلا شبہ میں نے کاہنوں، ساحروں اور شعرا کا کلام سن رکھا ہے، مگر آپ کے ان کلمات جیسی کوئی چیز آج تک نہیں سنی۔

ماقبل میں ہم انیس شاعر کا حقیقت پسندانہ تبصرہ اور کفارِ مکہ کی باہمی مشاورت میں زکی وفطین طبقے کا اعتراف حقیقت ذکر کرآئے ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر نہ ہونے پر ساری امتِ مسلمہ تو متفق ہے ہی، حقیقت پسند اور حق گو کفار نے بھی اس کو کھلے لفظوں میں تسلیم کیا ہے۔

یہاں اس حقیقت کا بیان بھی مناسب ہے کہ امام عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادھیال میں ہر ایک شخص شاعر ہوا ہے، مگر تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جو شاعر نہ تھے (۵۰)

ممانعتِ شعر کیا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے؟

علامہ آلوسی (۵۱) نے اس بارے میں تین اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ممانعت شعر حضور کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام انبیاء کے لئے اشعار ممنوع تھے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کے لئے اشعار ممنوع تو نہ تھے مگر پھر بھی ان کو اللہ تعالیٰ نے اشعار سے محفوظ رکھا۔

۳۔ تیسری رائے علامہ آلوسیؒ نے یہ ذکر کی ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے مذکورہ ذیلی اشعار ثابت ہو جائیں جو کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے قتل متعلق کہے تھے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اشعار کی ممانعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، حضرت آدم سے یہ اشعار منقول ہیں:

تغیرت البلاد ومن علیھا
ووجہ الأرض مغبرّ قبیح

تغیر کلُّ ذی لون وطعم
وقلَّ بشاشة الوجه الصبیح

دھرتی اور دھرتی کے باسی بدل گئے اور زمین کی صورت غبار آلود و بدنما سی دکھائی دے رہی ہے۔ ہر خوش ذائقہ وخوش رنگ چیز بدل گئی، اور حسین چہروں کی خوب روئی ماند پڑ گئی۔

لیکن یہ تیسری رائے کمزور ہے، جیسا کہ خود علامہ آلوسیؒ نے بھی ''اگر ثابت ہو جائیں'' کی شرط لگا کر اپنے تردد کا اظہار کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ان اشعار کو شہر بن حوشب (م ۱۱۱ھ) نے بلا سند روایت کیا ہے اور شہر بن حوشب متکلم فیہ ہیں، امام ابن عدی الجرجانی (م ۳۶۵ھ) نے ان کو نا قابل قبول قرار دیا اور ان کی منکر روایات میں مذکورہ بالا روایت کو بھی ذکر فرمایا (۵۲) علامہ زمخشری فرماتے ہیں:

نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے مرثئے میں اشعار کہے، یہ صاف جھوٹ ہے، ان اشعار کی نسبت غلط ہے اور وہ اغلاط پر مشتمل ہیں۔ (۵۳)

خود علامہ آلوسیؒ ایک دوسری جگہ میمون بن مہران سے نقل کرتے ہیں:

من قال: ان آدم علیه السلام قال شعرا فقد كذب

جو شخص یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شعر کہا، وہ جھوٹ بولتا ہے۔ بعض محققین نے ان اشعار کو یعرب بن قحطان کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے مرثئے کے طور پر کہے گئے الفاظ کو اشعار میں ڈھالا ہے، مگر رکاکتِ الفاظ اس نسبت کو بھی مشکوک بنا رہی ہے۔ (۵۴)

یہ مذکورہ بالا روایت و اشعار کی استنادی حیثیت ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا روایت کسی رائے کی بنیاد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ (۵۵)

وجہ خصوصیت

ممانعت شعر کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دینے کی صورت میں علامہ آلوسیؒ نے وجہ خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے، اگر آپ شعر کہہ سکتے تو ممکن تھا کہ لوگوں میں اختراع کی تہمت کا شائبہ پیدا ہو جاتا اور انبیاء کے معجزات کو اسی طرح (شکوک وشبہات سے محفوظ) رکھا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ علامہ آلوسیؒ نے ممانعتِ شعر کی وجہ ''شبۂ اختراع کا دفعیہ'' ہونے کی ماقبل میں تردید فرمائی جس کے متعلق تفصیل سے بحث گزر چکی ہے، اور اب آگے چل کر خود ہی شبۂ اختراع کے دفعیے کو ہی خصوصیت کی وجہ قرار دے رہے ہیں۔

یہاں تک تو بحث تھی انشائے شعر، تخلیق شعر یعنی خود شعر وضع کرنے سے متعلق۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ آیا انشادِ شعر، تمثّلِ شعر یعنی کسی دوسرے کا شعر بطور مثال وغیرہ کے پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درست تھا یا نہیں؟

تمثّلِ شعر جواز، عدم جواز؟

مفسرین و محققین کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ تمثّل شعر نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز تھا بلکہ صحیح احادیث سے آپ کا شعر پڑھنا بھی ثابت ہے۔

امام ابوبکر الجصاص (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

واذا کان التاویل انہ لم یعط الفطنۃ لقول الشعر لم یمتنع علی ذلک ان ینشد شعرا لغیرہٖ (۵۶)

جب (وما علمناہ الشعر) کی توجیہ یہ ہوئی کہ آپ کو شعر تخلیق کرنے کی مہارت نہیں دی گئی تو یہ ممنوع نہیں کہ آپ کسی دوسرے کا شعر بھی نہ پڑھ سکیں۔

ابو اسحاق الزجاج مشہور لغوی ونحوی رقم طراز ہیں۔

وتاویلہ علی معنی وما یتسھل لہٗ قول الشعر لا الانشاد (۵۷)

آیت کی توجیہ اس معنی پر کہ شعر آپ کے لئے آسان نہیں مطلب ہے کہ شعر کا تخلیق کرنا نہ کہ کسی دوسرے کا شعر پڑھنا۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنے استاذ محدث کبیر امام ابو الحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے تمثلاً مکمل شعر پڑھنے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا صحیح بخاری میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھے۔ (۵۸)

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) غزوۂ خندق پر پڑھے گئے اشعار نقل فرما کر فرماتے ہیں۔

وفیہ جواز تمثل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشعر غیرہٖ (۵۹)

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرے کا شعر تمثلاً پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ممانعت تمثّل کی یوں بھی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ باری تعالیٰ نے تعلیم شعر کی نفی فرمائی ہے اور تمثلاً اشعار پڑھنا تعلیم شعر کے منافی نہیں ہے۔

تمثل اشعار کی وجہ

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ تمثل اشعار آپ ﷺ کے لئے جائز تھا، اب دیکھنا یہ ہے کہ تمثل شعر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض مبارک کیا ہوا کرتی تھی۔ اس بارے میں امام ابوجعفر طحاوی حنفی (م ۳۲۱ھ) کی رائے انہی کی زبانی سنئے۔

وکان فی الشعر حکم، ومنہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان من الشعر حکمۃ...... فکان ماتکلم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما قدحُکی عنہ فی ھذہ الآثار کلامہ بہ ھو من الحکم التی فی الشعر فتکلم بہ علی انہ حکمۃ واللہ یجری الحکمۃ علی لسانہ لا انہ شعر ارادہ مما لا حکمۃ فیہ (۶۰)

بعض اشعار میں حکمت کی باتیں ہوتی ہیں اسی بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا "بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں"۔ تو گذشتہ احادیث سے ثابت ہونے والے اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمت کی بنا پر پڑھے جو ان اشعار کے اندر تھی تو وہ آپ کی زبان سے حکمت کی بات کے طور پر ادا ہوئے، اللہ تعالیٰ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حکمت جاری کرتا ہے۔ نہ یہ کہ آپ ﷺ نے حکمت سے خالی محض ایک شعر پڑھا۔

گویا امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے اشعار تمثلاً پڑھے وہ بہ حیثیتِ شعر نہیں بلکہ وہ پُر حکمت اشعار تھے، اسی حکمت کی بنا پر قطع نظر شعر سے وہ اشعار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ادا ہونے کی فضیلت حاصل کر سکے۔

لیکن یہاں یہ وضاحت ناگزیر ہے کہ حکمت سے مراد صرف مواعظ و امثال نہیں، جیسا کہ حکمت کے لفظ سے ظاہراً مفہوم ہو رہا ہے، بلکہ حکمت کے مفہوم میں ذرا وسعت ہے۔

حکمت کا حقیقی اور اصلی معنیٰ ہے "روکنا" حکمت چونکہ جہالت و سفاہت سے روکتی ہے اس لئے اس کو حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (۶۱)

حدیث شریف، ان من الشعر لحکمۃ (۶۲) میں ذکر کردہ لفظ حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ امام مجد الدین ابن اثیر جزریؒ (۶۰۶ھ) کے بہ قول حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بعض اشعار میں ایسا مفید کلام ہوتا ہے جو جہالت و سفاہت سے روکتا ہے) جب کہ بعض لوگوں کے

یہاں حکمت سے مراد وہ نصائح وامثال ہیں جن سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ابن اثیر جزریؒ کے یہاں حکمت ''حکم'' کے معنی میں ہے، جس سے مراد علم، فقہ اور انصاف کے مطابق فیصلہ ہے۔(۶۳)

امام ابن بطالؒ (م۴۴۹ھ) کے نزدیک وہ تمام اشعار جو اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی تعظیم و وحدانیت، اس کی اطاعت کو ماسوا پر ترجیح دینے، دنیا کو حقیر سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز وانکساری ظاہر کرنے کے مضامین پر مشتمل ہوں وہ سب حدیث شریف میں مذکور لفظ حکمت سے مراد ہیں۔(۶۴)

حافظ عینی وحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما کے یہاں:

المراد بالحکمۃ ھو القول الصادق المطابق للواقع (۶۵)

حکمت سے مراد ''واقع کے مطابق سچی بات'' ہے۔

مذکورہ تشریح کے مطابق وہ تمام اشعار حکمت کے مفہوم میں داخل ہوگئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض رساں سے کسی بھی موقع پر ادا ہوئے۔ وہ اشعار خواہ رجزیہ ہوں، جیسے غزوۂ خندق کے موقع پر پڑھے گئے اشعار:

لاھم لولا انت ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا (۶۶)

یا مدحیہ اشعار ہوں، جیسے:

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ

اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع (۶۷)

یا آخرت کی یاد دلانے والے اشعار:

اللھم ان الخیر خیر الآخرہ

فاغفر الانصار والمہاجرۃ (۶۸)

حتیٰ کہ جائز مواقع پر جائز غزلیہ اشعار بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پڑھنا ثابت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی انصار میں ایک قرابت دار خاتون کی شادی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس خاتون کے ساتھ کسی کو کیوں نہ بھیجا جو جا کر یہ پڑھتی، اس لئے کہ انصار کے یہاں غزل کا دستور ہے:

اتینا کم اتینا کم

فحیونا نحییکم (۶۹)

ہم تمہارے یہاں آئے ہم تم ہمیں درازیٔ عمر کی دعا دو ہم تم تمہیں دیتے ہیں۔

اس بارے میں خلیل بن احمد الفراہیدی (م ۱۷۰ھ) کی رائے بھی محل نظر ہے، وہ کہتے ہیں:

کان الشعر احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کثیر من الکلام ولکن لایتأتی لہٗ (۷۰)

شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام گفتگو سے بہت زیادہ اچھے لگتے تھے مگر آپ ﷺ کی زبان پر موافق نہیں ہوتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشعار کی طرف دلی میلان رکھتے تھے۔

مگر یہ بات درست نہیں، کیوں کہ رسول اللہ سے اس کے برعکس ارشادات منقول ہیں۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے:

ماابالی مااتیت ان آنا شربت تریاقا...... اوقلت شعرا من قبل نفسی (۷۱)

اگر میں تریاق پینے لگوں یا اپنی طرف سے شعر کہنے لگوں تو پھر کوئی بھی کام کرنے کی مجھے پروانہیں ہوگی۔

اس حدیث سے صاف طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے شعر کے ناپسند ہونے کی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اشعار سے چشم پوشی کی جاتی تھی، تو فرمایا:

کان ابغض الحدیث الیہ (۷۲)

اشعار تو آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر من حیث الشعر ناپسند تھے، اس لئے امام طحاویؒ کی رائے ہی بہتر معلوم ہوتی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشعار میں سے پرحکمت اشعار ہی پسند فرماتے تھے اور وہ بھی اس حکمت بھرے مضمون پر مشتمل ہونے کی بنا پر نہ کہ من حیث الشعر، واللہ اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزنِ شعری توڑ دینا

گذشتہ بحث سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمثلاً شعر پڑھنا مفہوم آیہ "**وما علمناہ الشعر وماینبغی لہٗ** کے تحت داخل نہ ہونے کی وجہ سے ممنوع نہ تھا۔ لیکن تمثل اشعار کے جواز پر اتفاق کے بعد اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جب کوئی شعر پڑھتے تو اس کا وزن توڑ کر پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ امام عبدالرزاق صنعانی (م ۲۱۱ھ) صاحبِ مصنف "وما

علمناہ الشعر" کی تفسیر میں صرف ایک حدیث بیان فرماتے ہیں:

عن معمر عن قتادہ فی قولہٖ تعالیٰ وماعلمناہ الشعر، قال بلغنی ان عائشة سئلت: هل كان النبی صلی الله علیه وسلم تمثیل بشئی من الشعر؟ قالت: كان الشعرا بغض الحدیث الیه، قالت ولم یتمثل بشئی، من الشعر الا ببیت أخی بنی طرفة:

ستبدی لك الایام ما كنت جاهلا
ویاتیك بالاخبار من لم تزود

فجعل یقول: ویاتیك من لم تزود بالأخبار، فقال، فقال ابوبكرؓ: لیس هكذا یارسول الله، فقال: انی لست بشاعر ولا ینبغی لی (۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ بہ طور تمثل صرف ایک ہی شعر پڑھا کرتے تھے اور اس کو بھی **ویاتیك بالأخبار من لم تزود** کی بجائے وزن توڑ کر **ویاتیك من لم تزود بالاخبار** پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض بھی کیا کہ یارسول اللہ اس طرح نہیں ہے تو فرمایا: میں شاعر نہیں ہوں اور نہ ہی شاعری میرے لئے مناسب ہے۔

اس حدیث کو اسی طریق سے امام جصاصؒ نے احکام القرآن (۷۴) میں، اور سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کے طریق سے ابن جریر طبریؒ نے (۷۵) تفسیر طبری میں اور حافظ (۷۶) ابن کثیر و امام (۷۷) سیوطی نے اپنی تفاسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ امام عبدالرزاق کی طرح امام طبریؒ و امام جصاصؒ کا اس آیت کے تحت صرف یہ ہی حدیث محلِ استدلال میں ذکر کر کے بغیر تردید کے دوسری بحث میں مشغول ہو جانا ان کی رائے کے اسی حدیث کے مطابق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

وكان اذا حاول انشاد بیت قدیم متمثلا كسر وزنه، وانما كان یحرز المعانی فقط صلی الله علیه وسلم (۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی قدیم شعر کر بہ طور نقل پڑھنے لگتے تو اس کا وزن توڑ دیتے، آپ ﷺ تو صرف معانی کو جمع فرمایا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

ولهذا ورد انه صلی الله علیه وسلم كان لا یحفظ بیتا علی وزن منتظم بل

ان انشد زحفه اولم يتمه (۷۹)

اسی وجہ سے احادیث میں یہ بات آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بھی شعر وزن کے موافق اور مرتب طریقے سے یاد نہیں کرتے تھے، بلکہ اگر پڑھتے بھی تو وزن بدل دیتے یا ادھورا پڑھتے تھے۔

اس موضوع پر سب سے جامع بحث امام بغوی اور حافظ ابن کثیر نے کی ہے اور اپنے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی روایات ذکر فرمائی ہیں، ذیل میں ہم ان تمام روایات کو ذکر کرتے ہیں اور ان سے بحث کرتے ہیں۔

۱۔ حدیث اول:

الحافظ ابو بكر البيهقي، اخبرنا ابو عبد الله الحافظ حدثنا ابو حفص عمر بن احمد بن نعيم، حدثنا ابو محمد عبد الله بن هلال حدثنا على بن عمرو الانصارى، حدثنا سفيان بن عينة عن الزهرى عن عروة عن عائشہؓ قالت: ماجمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بيت شعر قط الابيتا واحدا تفاء ل بما تهوى يكن فلقلما لشئى كان الاتحققا (۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل شعر کبھی نہیں پڑھا سوائے اس ایک شعر کے۔

اسی حدیث کو خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے جس کی سند یہ ہے:

محمد بن على المقرى، اخبرنا ابوحفص عمر بن يوسف ابن ابى نعيم حدثنا ابومحمد عبدالله بن مالك مؤدب القاسم بن عبدعبيد الله، حدثنا على بن عمرو الانصارى حدثنا سفيان بن عينية، الىٰ آخره

اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے۔

ولم يقل تحققا لئلا يعربه فيصير شعرا (۸۱)

تحققا نہیں فرماتے تھے (بلکہ تحقق پڑھتے تھے) تا کہ اعراب آ کر شعر نہ بن جائے۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مکمل شعر صرف ایک پڑھا اور اس کا وزن بھی توڑ دیا، تا کہ وہ شعر نہ بن جائے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث سے متعلق اپنے شیخ ابوالحجاج مزی (م ۷۴۲ھ)

سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کو ''منکر'' قرار دیا اور اس کے دو راویوں ابو حفظ عمر بن احمد اور ابو محمد عبداللہ بن ھلال نحوی کو مجہول قرار دیا اور فرمایا اس کے برعکس صحیح احادیث سے آپ ﷺ کا اشعار پڑھنا ثابت ہے۔(۸۲)

خطیب بغدادی نے بھی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: **غریب جدًا** (۸۳) بہت زیادہ اجنبی ونامانوس ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت **لا یصح** (۸۴) صحیح نہیں ہے۔لہٰذا یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

حدیثِ دوم: جسے امام عبدالرزاق صنعانیؒ نے معمر عن قتادہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی شعر بطور تمثل پڑھا کرتے تھے اور اس کو بھی۔ **ویاتیك بالاخبار من لم تزود** کی بجائے **ویاتیك من لم تزود بالاخبار** پڑھتے تھے۔(۸۵)

اولاً تو یہ حدیث حضرت قتادہ کی بلاغ ہے اس لئے کہ حضرت قتادہ کی پیدائش ۶۱ھ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۸ھ کی ہے اور حضرات ائمہ جرح وتعدیل کو ان کے ارسال وبلاغات میں کلام ہے،امام شعبیؒ فرماتے ہیں حاطب لیل یعنی ہر ایک سے روایت لے لیتے ہیں۔(۸۶)

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں:

زھری اور قتادہ کی مرسل ہوا کی طرح ہے۔(۸۷)

ثانیاً مذکورہ حدیث کو جن راویوں نے صحیح ومتصل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے ان حضرات نے وزن توڑنے والی زیادتی نقل نہیں کی بلکہ صرف اتنی بات نقل کی ہے:

> **سریك عن المقدام بن شریح عن ابیه: قیل لعائشة: هل کان النبی صلی الله علیه وسلم یتمثل بشئی. من الشعر؟ قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحة ویقول ویاتیك بالاخبار من لم تزود.**

اس حدیث میں نہ تو کسی دوسرے شعر کو تمثلاً پڑھنے کی نفی ہے نہ ہی وزن توڑنے کا ذکر ہے۔اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے روایت فرما کر ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔(۸۸) اسی حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں پانچ جگہ ذکر کیا ہے تین جگہ (۸۹) مذکورہ بالا سند سے اور دو جگہ (۹۰) شعبی عن عائشہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔شعبی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع اگرچہ مختلف فیہ ہے مگر امام ابوداؤد سجستانی اسے ثابت کرتے ہیں، جب کہ دیگر محدثین اس کی نفی کرتے ہیں لیکن یہ نفی بھی چنداں مضر نہیں،

کیونکہ نفی کرنے والے بھی مسروق کو واسطہ ثابت کرتے ہیں اور مسروق امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ (۹۱) خصوصاً جب کہ شعبی کی مراسیل بھی قوی سمجھی جاتی ہیں، عجلی کہتے ہیں شعبی کی مرسل صحیح ہے، علی بن المدینی کہتے ہیں کہ شعبی وسعید بن المسیب کی مرسل مجھے داود بن الحصین عن عکرمہ عن ابن عباس سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ (۹۲) اوران پانچوں مقامات پر وزن توڑنے والا اضافہ منقول نہیں۔

اسی طرح امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) نے اس حدیث کو سند متصل کے ساتھ مذکورہ اضافے کے بغیر شرح معانی الآثار (۹۳) اور شرح مشکل الآثار (۹۴) میں ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید حدیث ابن عباسؓ سے بھی ہوتی ہے، جسے امام ابوبکر ابن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) اور امام بزار (م ۲۸۲ھ) نے ابواسامہ عن زائدہ، عن عکرمہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔ (۹۵) علامہ ہیثمی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رواہ البزار والطبرانی فی اثناء احدیث، ورجالھما رجال الصحیح (۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں بھی مندرجہ بالا اضافہ منقول نہیں ہے، لہٰذا حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث حدیثِ عائشہؓ کے لئے شاہد عدل کا درجہ رکھتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ **فجعل یقول من لم تزوّد بالاخبار** والی زیادتی صحیح و متصل احادیث میں مذکور نہیں اور بلاغِ قتادہ ان صحیح احادیث کے مقابلے سے قاصر ہے، اس لئے کہ زیادتی کے بغیر روایت شریح بن ھانیٔ (م ۷۸ھ) امام شعبی (م ۱۰۳ھ) اور عکرمہ (م ۱۰۷ھ) جیسی شخصیات روایت کررہی ہیں، یہ تینوں کبار تابعین میں سے ہیں، بلکہ شریح تو مخضرم ہیں حضرت عمر، علی، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں (۹۷) جب کہ امام شعبی نے پانچ سو (۵۰۰) صحابہ کی زیارت کی، ۲۸ھ میں پیدا ہوئے کبارِ صحابہ سے سماعِ حدیث کیا (۹۸) اور عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کے غلام ہیں، حضرت عائشہ، ابن عمر، ابن عمرو، ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی ثقاہت میں ابتداً کچھ اختلاف رہا مگر پھر ان کی ثقاہت پر اجماع ہوگیا، امام بخاری فرماتے ہیں ہمارے اصحاب میں سے ہر ایک ان کی احادیث سے استدلال کرتا ہے (۹۹) اور یحییٰ بن معین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص عکرمہ کی برائی بیان کرتا ہوا سے اسلام میں تہمت زدہ سمجھنا۔ (۱۰۰)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تینوں حضرات تابعین جو ثقاہت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں، ان سے منقول متصل و مسند روایات میں یہ اضافہ منقول نہیں، اس کے برعکس حضرت قتادہ تنہا اس اضافے کے راوی ہیں جو خود اگرچہ ثقہ ہیں اور ان کا حافظہ ضرب المثل ہے مگر ان کے ارسال و بلاغت اہمیت نہیں، شعبہ کہتے ہیں

کہ میں حدیث بیان کرتے وقت قتادہ کے سامنے بیٹھ کران کے منہ کی طرف تکتا رہتا، جب وہ کہتے میں نے یہ حدیث سنی ہے تو لکھ لیتا، یعنی جن روایات میں وہ سماع کی یا تحدیث کی تصریح نہ کرتے وہ نہ لکھتا۔(۱۰۱)

اورزیر بحث حدیث حضرت قتادہ کی بلاغات میں سے ہے، لہٰذا تنہا اس سے کوئی حکم ثابت کرنا مشکل ہے۔

حدیث سوم:

حدثنا ابوحاتم، حدثنا ابوسلمة، حدثنا حماد بن سلمه عن علی بن زیدعن الحسن هوالبصری قال: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان یتمثل بهذا البیت، کفی بالاسلام والشیب للمرء ناهیا، فقال ابوبکرؓ یارسول الله کفی الشیب والاسلام للمرء ناهیا، قال ابوبکر او عمر رضی الله عنه اشهدانك رسول الله، یقول تعالیٰ، وما علمناه الشعر وما ینبغی له (۱۰۲)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ طور تمثل یہ شعر پڑھا کرتے تھے کفیٰ بالاسلام والشیب للمرءِ ناهیا اسلام اور بڑھاپا انسان کو گناہوں سے روکنے کے لئے کافی ہیں۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا شعر تو اس طرح ہے کفیٰ الشیب والاسلام للمرءِ ناهیا پھر حضرت ابوبکر یا حضرت عمرؓ نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ہم نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا نہ ہی وہ آپ کے لئے مناسب تھا۔

اولاً تو یہ حدیث حضرت حسن سے نقل کرنے والے علی بن زید ابن جدعان ہیں جن کے متعلق حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ ضعیف من الرابعہ۔(۱۰۳)

ثانیاً یہ مرسلِ حسن بصری ہے اور مراسیل حسن بصری انتہائی مختلف فیہ ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ حسن بصری نے جن احادیث میں (سند ذکر کئے بغیر) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا سوائے ایک دو احادیث کے ہمیں اس کی اصل مل گئی ہے۔(۱۰۴)

اسی طرح ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: مجھے حسن بصریؒ کی چار مرسلات کے علاوہ تمام مرسلات کی اصل مل گئی ہے۔(۱۰۵) ان سے کسی نے کثرتِ ارسال کا گلہ کیا تو جواب میں فرمایا واللہ ہم تم سے جھوٹ نہیں بولتے مجھے خراسان کی طرف ایک ایسے غزدے میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے جس میں ہمارے ساتھ تین سو صحابہ تھے۔(۱۰۶) گویا فرمانا چاہتے ہیں کہ میں کس کس کا نام لوں۔

دوسری طرف بعض حضرات شدومد سے ان کی مرسلات کی تضعیف کرتے ہیں جن کے ہراول دستے میں حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کے معاصر (۱۰۷) ابن سیرین (م ۱۱۰ھ) ہیں فرماتے ہیں۔

کان ھھنا ثلاثة یصدقون کل من حدثھم. وذکر الحسن وابالعالیه ورجلا آخر (۱۰۸)

یہاں تین اشخاص ایسے ہیں جو ہر ایک حدیث بیان کرنے والے کی تصدیق کر دیتے ہیں، ان تین میں ایک حضرت حسن بصری دوسرے ابوالعالیہ اور تیسرے ایک شخص کا نام لیا۔

معتدل ائمہ جرح وتعدیل میں سے امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ صحیح ترین مرسل سعید بن مسیب کی ہے اور ابراہیم نخعی کی مرسلات میں بھی کوئی حرج نہیں، جب کہ مرسلات میں حسن بصریؒ اور عطاء بن ابی رباح کی مراسیل سے زیادہ کم زور کوئی نہیں۔ (۱۰۹) اس لیے کہ وہ ہر ایک سے حدیث لے لیتے ہیں۔ حافظ ذہبی فیصلہ فرماتے ہیں: ان کی مراسیل کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۱۱۰)

اس طرح علی بن زید بن جدعان کے ضعف اور حسن بصریؒ کے ارسال کے بعد یہ حدیث بھی ضعف سے خالی نہیں۔

۴۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث یہ ذکر فرمائی ہے۔

روی الأموی فی مغازیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جعل یمشی بین القتلی یوم بدر وھویقول: ''نفلق ھاما'' فیقول الصدیق مُتمماً للبیت:

مــن رجالٍ اعــزة عــلینــا
وھــم کــانــوا اعــق واَظَــلمــا (۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن مقتولوں کے درمیان چل رہے تھے اور فرما رہے تھے (شعر کا ابتدائی حصہ پڑھتے ہوئے) ''ہم کھوپڑیوں کو پھاڑ ڈالتے ہیں، اور حضرت ابوبکر اس طرح شعر پورا کر رہے تھے کہ ان لوگوں کی جو ہم پر برتری جتایا کرتے تھے حالانکہ وہ بڑے نافرمان وظالم تھے۔

یہ حدیث مجھے مطبوعہ کتب میں سے سیرۃ ابن ہشام (۱۱۲) میں مل سکی ہے، انہوں نے بھی اس حدیث کو بغیر سند کے: **وحدثنی بعض اھل العلم** کہہ کر ذکر فرما دیا ہے۔ کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے۔ یاد رہے کہ ابن ہشام اموی نہیں ہیں حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ عبدالملک بن ہشام بن ایوب، ذہلی، سدوسی اور بہ قول بعض حمیدی، معافری بصری (۱۱۳) جب کہ ابن اسحاق جن کی سیرت پر اضافہ ابن ہشام

نے کیا ہے وہ اموی ہیں۔ اور حافظ ابن کثیرؒ نے مذکورہ بالا حدیث ''اموی'' کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اب ممکن ہے حافظ صاحب نے تسامحاً مذکورہ روایت کو ابن اسحاق کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ جس سے کوئی بھی بشر مستثنیٰ نہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابو محمد یحییٰ سعید بن ابان الاموی الحنفی (م ۱۹۱ھ) کی المغازی سے نقل کی ہو جن کی المغازی کا تذکرہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے (۱۱۴) اور جن کے متعلق حافظ ذہبی نے الامام المحدث، الثقہ، النبیل کے الفاظ نقل کئے ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے امام وقت ان کے تلامذہ میں سے ہیں (۱۱۵) لیکن ہماری معلومات کی حد تک یہ کتاب مطبوع نہیں ہے لہٰذا تا حال اس کی موجودگی اور پھر اس کی سند پر اطلاع کی کوئی صورت نہیں ہے۔ بہر حال یہ حدیث موجودہ صورت میں منقطع ہے، لہٰذا کوئی مضبوط سہارا نہیں بن سکتی۔

حدیث پنجم: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں یہ حدیث ذکر فرمائی ہے اور اس کی دو سندیں ذکر کی ہیں۔

پہلی سند: اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ قال: انبأنا ابو جعفر البغدادی قال حدثنا ابو علاثہ محمد بن عمرو بن خالد، قال: حدثنا ابی قال: حدثنا ابن لھیعہ عن ابی الاسود عن عروۃ بن الزبیر

دوسری سند: انبأنا ابو الحسین بن الفضل القطان، قال: انبأنا ابو بکر بن عتاب العبدی، قال: حدثنا القاسم بن عبداللہ بن المغیرۃ، قال حدثنا ابن ابی اویس قال حدثنا اسماعیل بن ابراھیم بن عقبہ عن عمہ موسی بن عقبہ:

قالا: وھٰذا لفظ حدیث موسیٰ بن عقبہ: قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن مرداس السلمیؓ انت القائل:

اصبح نھبی ونھب العبیــــــ

ـــــدبین لاقراع وعینیہ

فقال: انما ھو بین عینیہ والاقرع فقال صلیٰ اللہ علیہ وسلم الکل سواء.

یعنی فی المعنی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ. (۱۱۶)

حضرت عروۃ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرادس السلمی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم نے یوں کہا ہے۔

اصبح نھبی ونھب العیب بین الاقرع وعیینۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کہے ہوئے شعر میں تبدیلی فرما دی جس سے وزنِ شعری

ٹوٹ گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے یوں کہا تھا بین عینہ والاقرع، آپ نے فرمایا کہ دونوں طرح مفہوم ایک ہی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں سندوں میں اگرچہ ارسال ہے مگر پہلی سند حضرت عروۃ بن الزبیر تک پہنچی ہے جو بہت بڑے تابعی ہیں اور مدینے کے سات بڑے فقہا میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کی پیدائش اصح قول کے مطابق ۲۳ھ میں ہو چکی تھی اور انہوں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اپنی خالہ حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، جیسے کبار صحابہ سے خوب خوب استفادہ کیا اور ایسے جلیل القدر تابعی کی مرسل غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔

اسی سند میں ابن لہیعۃ بھی ہیں مگر محققین کے یہاں ان کی احادیث بھی درجۂ حسن یا ضعف محتمل سے کم نہیں۔ ابن عراق (م ۹۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ابن لهيعة: من رجال مسلم في المتابعات وان تكلم فيه فحديثه في مرتبة الحسن او الضعف المحتمل (۱۱۷)

لہٰذا مذکورہ بالا مرسل درجۂ حسن سے کم نہیں، خصوصاً جب کہ مرسل موسیٰ بن عقبہ سے اس کی تقویت بھی ہو رہی ہے۔ سند ثانی موسیٰ بن عقبہ کی مرسل ہے، جو کہ مغازی کے امام ہیں اور امام مالک جیسے نقاد امام فن ان سے مغازی میں استفادے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور ان کی مغازی کو اصح المغازی قرار دیا کرتے تھے (۱۱۸) حافظ ذہبی مغازی موسیٰ بن عقبہ کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

غالبها صحيح اومرسل جيد (۱۱۹)

ان کی مغازی میں اکثر صحیح یا عمدہ مراسیل ہیں۔

یہاں یہ بات بھی مدنظر رہے کہ موسیٰ بن عقبہ کے متعلق یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے یہ حدیث عروہ ابن از بیر سے ہی سنی ہو، کیوں کہ وہ شاگرد بھی ہیں، جیسا کہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں ذکر فرمایا ہے۔ مگر بہ ایں ہمہ عروۃ بن الزبیر سے نیچے کے راوی ابن لہیعہ کے ضعف کو کم کرنے میں یہ طریق ضرور معاون ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث درجۂ حسن سے کم نہیں ہے (واللہ اعلم) ماقبل میں ذکر کردہ تمام روایات میں سے حضرت عروۃ بن الزبیر کی روایت حسن کے درجے کی ہے باقی روایات ضعیف ہیں۔

لیکن اس کے برعکس کتنی ہی صحیح روایات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن شعری کو صحیح رکھ کر پڑھنا ثابت ہے ذیل میں ہم چند روایات ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرتِ مدینہ کے بعد مسجد نبوی تعمیر کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

هذا الحمال لا حمال خيبر

هذا أبرّ ربّنا وأطهر

یہ بوجھ خیبر کے بوجھ کا سا نہیں بلکہ یہ بوجھ اٹھانا تو اے ہمارے رب بڑا نیک اور پاکیزہ کام ہے۔ اور فرما رہے تھے:

اللهم ان الاجر اجر الآخره

فارحم الانصار والمهاجرة

اے اللہ حقیقی اجر تو آخرت کا اجر ہے، تو آپ (سے درخواست ہے کہ) انصار و مہاجرین پر رحم فرمائیے۔ (۱۲۰)

۲۔ متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے موقع پر درج ذیل رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللهم لولا انت ماهتدينا

ولا تصدقنا ولا صلينا

اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، نہ ہی صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سكينة علينا

وثبت الاقدام ان لاقينا

ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما اور دشمنوں سے مڈبھیڑ کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔

ان الألى قد بغوا علينا

وإن ارادو فتنة ابينا (۱۲۱)

دشمنوں نے ہم پر چڑھائی کردی ہے، جب وہ فساد پھیلانا چاہتے ہیں تو ہم مانع و مزاحم بن جاتے ہیں۔

۳۔ متفق علیہ روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹھنڈی صبح نکلے اور صحابہ کرام کو دیکھ کر فرمایا:

آلا انَ العيش عيش الآخره

فاغفر للانصار والمهاجرة

باخبر رہو کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اے اللہ انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔

تو جواب میں صحابہ کرام نے فرمایا:

نحن الذین بایعوا محمدا

علی الجهاد ما بقینا ابدا (۱۲۲)

ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرلی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت کریمہ "الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم" کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

اِن تغفر اللهم تغفر جما

وایّ عبدلك لا اَلمّا (۱۲۳)

یا اللہ اگر تو بخشنے والا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کی بخشش فرما چھوٹے گناہ تو تیرا ہر بندہ ہی کرتا ہے۔

۵۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھا:

یبیت یجا فی جنبه عن فراشه

اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع

وہ بستر پہلو سے دور رکھے ہوئے رات گزار دیتے ہیں، جب کہ مشرکین کے بوجھ سے ان کے راحت کدے بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں۔ (۱۲۴)

۶۔ ماقبل میں ذکر کردہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا۔

اتینا کم اتینا کم

فحیونا نحییکم (۱۲۵)

اس کے علاوہ بعض اشعار کا ایک ایک مصرعہ بھی سلامتی وزن کے ساتھ آپ ﷺ سے پڑھنا ثابت ہے۔ مثلاً: الا کل شئی ماخلا الله باطل (۱۲۶) وھن شرّ غالب لمن غَلب (۱۲۷) وغیرہ ذلک

وزن شعری توڑنے اور سلامتی وزن کے ساتھ شعر پڑھنے کے متعلق احادیث آپ نے ملاحظہ فرمالیں۔ وزنِ شعری توڑنے والی احادیث کو یہ کہہ کر رد کردینا بھی مناسب نہیں کہ وہ قوت وصحت میں اس معیار کی نہیں جس کی سلامتی وزن کے ساتھ اشعار پڑھنے والی احادیث ہیں، اس لئے کہ تکسیر وزن والی احادیث میں ایک حدیث حسن ہے، جب کہ مرسلِ حسن وقتادہ باوجودے کہ ضعیف ہیں مگر ان کا ضعف

ارسال وغیرہ کی بنا پر ہے جو تعددِ طرق کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔(۱۲۸)

لہٰذا یہ ضعیف احادیث اگرچہ لفظی طور پر تو دوسری حدیث کی تقویت کا باعث نہیں بنیں گی مگر اتنا ضرور ہوگا کہ اس بات میں ذرا قوت آجائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کا وزن توڑ کر پڑھا۔

دوسری بات یہ کہ وزن توڑنے والی احادیث میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے وزن قصداً توڑا یا وزن توڑنے کے بعد موزوں فقرہ معلوم ہو جانے پر بھی اصلاح نہ فرمائی جب کہ سلامتی وزن کے ساتھ اشعار کو نقل کرنے والی احادیث میں یہ صراحت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کا وزن بھی سلامت رکھا تھا، جس میں یہ احتمال بہرحال باقی رہتا ہے کہ ممکن ہے راوی کی غرض یہ ہو کہ اس شعر کا جوہر و مادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری ہوا، جیسا کہ ملا علی قاری اور ابن حجر ہیثمی کی رائے ہے (۱۲۹) اور امت کے ایک بڑے طبقے نے جس میں مفسرین وسیرت نگار شامل ہیں ان روایات کو بغیر تردید کے نقل کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ عوامل کی بنا پر وزن توڑنے والی روایات کو رد کرنا قرینِ انصاف نہیں۔

جب کہ دوسری طرف سلامتی وزن کے ساتھ اشعار کو نقل کرنے والی احادیث کو مذکورہ احتمالات کی بنا پر بالکلیہ رد کر دینا بھی مناسب نہیں، کیوں کہ یہ بھی تو محض احتمالات ہیں اور یہ بات بہ ظاہر مشکل نظر آتی ہے کہ تمام صحیح وحسن روایات میں شعر کا جوہر و مادہ ہی نقل کیا گیا اور واقعے کی صحیح عکاسی نہ کی گئی (۱۳۰) حالانکہ روایت بالمعنی کے جواز کے باوجود روایت باللفظ بہرحال افضل ہے (۱۳۱) اور دوسری طرف قدرے کم زور روایات میں ہی حقیقی صورتِ واقعے کو بیان کیا گیا ہو۔ اس لئے درمیان کی راہ اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے، تاکہ دونوں قسم کی روایات کو ترک نہ کرنا پڑے۔

تمثلِ اشعار میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی طرزِ عمل

حقیقی طرز عمل کو سمجھنے سے پہلے عرب معاشرے کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ وہ عرب معاشرہ جہاں بچہ بچہ سینکڑوں اشعار کا حافظ تھا شاید ہی کوئی مجلس ہو جو اشعار سے خالی ہو۔ خود صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ ابو خالد الوالبی نقل کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرامؓ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے وہ ایک دوسرے کو شعر سناتے اور امور جاہلیت کا تذکرہ بھی کرتے تھے۔(۱۳۲)

یہ تو صحابہ کرامؓ کی اپنی مجالس کا ذکر تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مجلس میں صحابہ کرام کی کیفیت کیا ہوا کرتی تھی؟ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور مجلس کے کنارے بیٹھ جایا کرتے تھے، صحابہ کرامؓ باہم ایک دوسرے کو اشعار سناتے اور امور جاہلیت کا بھی تذکرہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع نہیں فرماتے تھے بلکہ بسا اوقات مسکرا دیتے۔(۱۳۳)

وہ معاشرہ جس میں کوئی مجلس اشعار سے خالی نہیں ہوا کرتی تھی اس ماحول میں آپ ﷺ کی زبان سے پانچ دس اشعار کا ادا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔

ہماری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صاحب شریعت نبی ہیں اور نبی کے کلام میں خامیوں کا پایا جانا جائز نہیں۔اور ان کو باری تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حکم من وعن پہنچانا ضروری ہوتا ہے، جب کہ شاعر کو وزن شعری برقرار رکھنے کے لئے بسا اوقات ایسا لفظ لانا پڑتا ہے، جس سے اصل مقصود ادا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں تبدیلی آجاتی ہے۔ جب کہ نبی کا کلام شعری مجبوریوں سے بالاتر ہو کر لفظی ومعنوی خوبیوں سے پر ہوتا ہے۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معنیٰ کو مدنظر رکھ کر کلام فرماتے، اگر صحیح معنی وزن کے تحت ہی حاصل ہو جاتا تو بہتر ورنہ اس میں تبدیلی فرما لیتے۔(۱۳۴) جیسا کہ امام برھان البقاعی (م۸۸۵ھ) فرماتے ہیں۔

> واذا تأملتَ كل بيتٍ تمثل به فكسره لاتجده كسره الالمعنىٰ جليل، لايتأتىّ مع الوزن اويكون لافرق بين ادائهٖ موزونا ومكسورا وهكذا السجع سواء ومن هنا علم انه ليس المعنى أنه لا يحسن الوزن، بل المعنىٰ أنّ تعمد الوزن والسجع نقيصة لاتليق بمنصبه العالي، لان الشاعر مقيد بوزن وروى وقافية فاِن اطاعه المعنىٰ مع ماهو مقيد به كان والا احتال في اتمام ماهو مقيد بهٖ وان نقص المعنىٰ (۱۳۵)

ہر وہ شعر جس کا آپ ﷺ نے تمثل فرمایا اور اس کا وزن توڑ دیا تو آپ اس کو دیکھیں گے کہ آپ ﷺ نے ضرور اس کا وزن ایسے معنیٰ کو حاصل کرنے کے لئے توڑا ہوگا جو وزن کے تحت حاصل نہیں ہو سکتا تھا یا اس کو موزوں ومکسور دونوں طرح پڑھنے سے معنیٰ میں فرق نہیں آتا تھا۔اسی طرح سجع کی بھی حالت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ مطلب نہیں کہ آپ وزن کو صحیح طرح ادا نہیں کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قصداً وزن وسجع کے تحت رہ کر کلام کرنا یہ ایسا نقص ہے جو آپ ﷺ کے شان عالی کے شایاں نہیں اس لئے کہ شاعر وزن، روی اور قافیے کا مقید ہوتا ہے اگر مقصودی معنیٰ بھی انہی قیود کے تحت حاصل ہو جائے تو بہتر ورنہ خود پر لازم کردہ قیود کی رعایت میں دوسری چارہ جوئی کر لیتا ہے، اگرچہ اس صورت میں معنیٰ میں نقص آجائے۔

عباس بن مرداس السلمیؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ شعر تو بین عینہ والاقرع ہے آپ نے جواب میں فرمایا الکل سواء یعنی دونوں برابر ہیں۔ امام بیہقیؒ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ادائے معنی میں دونوں برابر ہیں۔ (۱۳۶)

اس سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا مطمع نظر معنی ہوا کرتا تھا۔

ملا علی قاری حنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادانی لست بشاعر ولا ینبغی لی کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ میں شاعر نہیں ہوں یعنی نہ تو حقیقتاً اور نہ ہی تکلم میں وزن کا قصد وارادہ کرتا ہوں۔ بلکہ میں تو حاصل ہونے والے معنی کو مراد لیتا ہوں، چاہے وہ وزن کے قالب میں ہو یا اس کے بغیر۔ (۱۳۷)

خلاصۂ کلام یہ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ شعر پڑھنے کی نہ تھی، لیکن کبھی کبھار پڑھ بھی لیتے تھے، مگر شعر پڑھنے میں وزن کا پابند رہنا ضروری خیال نہ فرماتے، بلکہ ادا معنی مدنظر رہتا تھا، اگر ادا معنی میں وزن کے تحت رہ کر نقص نہ آتا تو وزن برقرار رکھتے اور اگر کوئی خلل محسوس فرماتے تو وزن بدل دیتے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے اشعار سننا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت بھری باتیں مرغوب تھیں اس لئے آپ ﷺ حکمت بھرے اشعار شوق ورغبت سے سنا کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت شریدؓ سے امیہ بن ابی الصلت جن کے اشعار عموماً مبنی پر حکمت ہوا کرتے تھے کے اشعار سنانے کی فرمائش کی، وہ ایک ایک کر کے سناتے رہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرمائش کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ۱۰۰ اشعار سنا ڈالے۔ (۱۳۸)

اس موضوع سے متعلق بہت سی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں ذیل میں ہم چند ایک احادیث ذکر کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کہ وہاں پر چند بچیاں یہ اشعار دف بجا کر پڑھ رہی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پڑوسی ہیں۔
آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتے ہیں مجھے بھی ان بچیوں سے محبت ہے۔ (۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکے میں داخل ہوئے تو کفار مکہ دورویہ صفوں میں کھڑے ہوگئے، عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
الیوم نضر بکم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویذھل الخلیل عن خلیلہ
یارب انی مومن بقیلہ (۱۴۰)

اے کفار کی اولاد ان کے راستے سے ہٹ جاؤ، آج ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو سر کو حلق سے جدا کردے اور دوست کو دوست سے فراموش کرادے گی، اے میرے رب میں ان کے کہے ہوئے پر ایمان لاتا ہوں۔

اور بعض روایات میں یہ شعر بھی ہے۔

قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
بأن خیر القتل فی سبیلہ (۱۴۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ احکام میں یہ بھی نازل فرمایا ہے کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال مکہ میں داخل ہوئے تو دیکھا عورتیں اپنے دوپٹے گھوڑوں کے چہرے پر مار رہی ہیں، آپ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حسان نے کس طرح کہا تھا:؟ تو آپؓ نے عرض کیا:

عَدِمتُ بنیتی اِن لم تروھا
تثیر النقع من کنفیُ کُداءُ
یُنازَعنَ الاعنۃَ مُسرَجاتٍ
یلطِّمُھنَّ بالخمر النساءُ (۱۴۲)

میں خود کو گم پاؤں اگر تم ان گھوڑوں کو کداء کی گھاٹی کے کناروں پر غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو۔ زین بستہ گھوڑے اپنی لگاموں سے بھڑ رہے ہوں گے، عورتیں اپنے دوپٹے ان

کے چہروں پر مار رہی ہوں گی۔

حضرت ربیع بنتِ معوذ بن عفراء فرماتی ہیں میری شادی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف فرما ہوئے ہماری چھوٹی چھوٹی بچیاں بدر کے دن شہید ہونے والے ہماری آبا کا دف بجا کر مرثیہ پڑھنے لگیں، اچانک ایک بچی کہنے لگی:

وفینا نبیٌ یعلم مافی غد

ہمارے درمیان ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کل کی باتیں جانتے ہیں

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چھوڑ دو اور جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو۔ (۱۴۳)

کتب احادیث میں ایسی بہ کثرت احادیث ملتی ہیں جن میں ایسے اشعار کا تذکرہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھے گئے یا آپ نے فرمائش کر کے سنے، اس مختصر مقالے میں ان تمام کے احاطے کی گنجائش نہیں بہ طور نمونہ ان ہی احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اشعار سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے شعر کو پرکھنے کے لئے ایک جامع تبصرہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الشعر بمنزلة الكلام فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ (۱۴۴)

شعر کی حیثیت عام کلام کی سی ہے اچھا شعر اچھے کلام کی طرح اور برا شعر برے کلام کی طرح ہے۔

مزاج شناسِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

بعض شعر اچھے بعض برے ہوتے ہیں، اچھے شعر لے لو اور برے شعر چھوڑ دو، اور فرمایا میں خود کعب بن مالک کا قصیدہ روایت کرتی ہوں۔ (۱۴۵)

حضراتِ فقہاے کرام فرماتے ہیں کہ برے شعر وہ ہیں جن میں: مرد یا عورت کے متعلق ہیجان انگیز اشعار ہوں یا کسی بھی گناہ پر ابھارنے والے اور اسی طرح کسی متعین مسلم یا ذمی کی ہجو کی نیت سے اشعار کہنا یا پڑھنا ممنوع ہے، اور قبیح اشعار کے تحت داخل ہے۔ (۱۴۶) اور کسی بھی نیک مقصد سے اشعار کا شغل رکھنا مثلاً فصاحت و بلاغت سیکھنے کیلئے یا جائز مقصد مثلاً تنہائی کی وحشت کم کرنے کے لئے اشعار پڑھنا جائز ہے۔ بشرطے کہ لہو و لعب مقصود نہ ہو۔ (۱۴۷)

ایک معرکۃ الآرا بحث

اشعار سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اب اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیتِ کریمہ "وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہٗ" کے اندر شعر کی نفی فرمادی، پھر یہ بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبدِ المُطَّلِبْ

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اسی طرح کسی غزوہ میں یا کسی غار میں علی اختلاف الروایات آپ ﷺ نے انگلی زخمی ہوجانے پر فرمایا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ
وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

تو اک انگلی ہی تو ہے جو زخمی ہوگئی ہے، جو مصیبت تجھے پہنچی ہے اللہ ہی کے راستے میں پہنچی ہے۔

بہ ظاہر یہ دونوں "شعر" محسوس ہوتے ہیں اور ان کا زبانِ نبوت سے صدور آیتِ کریمہ سے متعارض نظر آتا ہے، اس تعارض کا حل کیا ہے؟

یہ ایک معروف بحث ہے جو اکثر محققین کی ضوافشانی سے بہرہ ور ہوئی ہے اور اس تعارض کو حل کرنے کے لئے بہت سے جواب پیش کئے گئے ہیں ذیل میں ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

بعض حضرات نے کم زور جوابات نقل کئے ہیں۔ مثلاً

یہ دونوں شعر نہیں اس لئے کہ کذب اور عبدالمطلب کی با پر فتح ہے یہ با ساکن نہیں لہٰذا یہ شعر نہیں (۱۴۸) اس لئے کہ یہ وزنِ شعری پر پورے نہیں اترتے۔

اسی طرح بعض حضرات نے ھل انت کے آخر میں تا کو ساکن پڑھا ہے (۱۴۹) بعض کے یہاں انا النبی لا کذب کسی دوسرے کا شعر تھا، اصل میں انت النبی لا کذب تھا، آپ علیہ السلام نے تصرف فرما کر انا النبی پڑھ دیا۔ (۱۵۰)

جب کہ بعض کے یہاں بیتِ واحد پر شعر کا اطلاق حقیقت میں نہیں ہوتا، اگر کیا جائے تو مجازاً ہوگا ابن منظور فرماتے ہیں:

ربما سمو البیت الواحد شعرا، حکاہ الاخفش، قال ابن سیدہ وھذا لیس

بقویٰ الا ان یکون علی تسمیة الجزء باسم الکل کقولك الماء للجزء من الماء، "والهواء" لطائفة من الهواء "والارض" لقطعة من الارض (۱۵۱)

اخفش نقل کرتے ہیں کہ بسا اوقات دو مصرعوں پر مشتمل بیت کو بھی شعر کہہ دیا جاتا ہے، ابن سیدہ کہتے ہیں یہ بات قوی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کو ایسے ہی قرار دیا جائے جیسے کل کے نام پر جز کا نام رکھ دینا، پانی کے ایک قطرے کو پانی کہہ دینا، تھوڑی سی ہوا کو ہوا اور تھوڑے سے قطعۂ ارضی کو زمین کہہ دینا۔ (یہ سب مجاز اًہیں)

حافظ ابن حجر نے بھی یہ جواب نقل کیا ہے۔ (۱۵۲)

مذکورہ بالا جوابات قابلِ اطمینان نہیں، ذیل میں اہم جوابات ذکر کیے جاتے ہیں۔

امام جصاصؒ احکام القرآن میں ھل انت الا اصبع میت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ ان اشعار کے قائل کوئی صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً اہل علم کی آرا اس میں مختلف ہیں کہ یہ شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثلاً پڑھا یا آپ ﷺ ہی کی زبان پر موزوں ہوا۔ ابن جریر طبری اور ابن التین کا حتمی فیصلہ یہ ہے کہ یہ شعر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہیں، ان کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ابن ابی الدنیا نے "محاسبۃ النفس" میں ان اشعار کا پس منظر یہ ذکر کیا ہے کہ غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت جعفر بن ابی طالب بھی شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ پرچم نبوی ﷺ تھام کر آگے بڑھے اور قتال کرنے لگے، اسی اثنا میں ان کی انگشت مبارک زخمی ہو گئی تو یہ رجزیہ شعر پڑھ کر اسے خطاب کیا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اُصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَا لَقِيْتِ
يا نفس ان لا تقتلی تموتی
هذی حياض الموت قدصليتِ
وما تمنيتِ فقد لقيت
ان تفعلی فعلهما هديتِ

تو ایک انگشت ہی تو ہے جو خون آلود ہو گئی، یہ جو مصیبت تجھے پہنچی ہے اللہ کے راستے میں ہی پہنچی ہے۔ اے نفس اگر تو قتال نہیں کرے گا تو یونہی مرجائے گا، یہ موت کے کنویں ہیں

جن میں تو گھس چکا ہے۔ جس چیز کی تم تمنا رکھتے ہو اسے پالو گے، اگر (اپنے پیش رو سرداروں) جیسا کام کروگے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

لیکن واقدی اور ابن ہشام ان اشعار کا قائل ولید بن الولید کو قرار دیتے ہیں۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباس بن ابی ربیعہ کے معاملے میں کون میرے لئے کفایت کرے گا؟ تو ولید بن الولید نے عرض کیا ''یا رسول اللہ میں، پھر تفصیلاً قصہ ذکر کیا جس میں یہ بھی فرمایا کہ گھوڑے کے پھسل جانے کی وجہ سے ان کی انگلی زخمی ہوگئی تو انہوں نے مذکورہ بالا اشعار پڑھے۔ جب کہ واقدی اس کا پس منظر یہ بیان کرتے ہیں کہ ولید ابوالبصیر کے ساتھ صلح حدیبیہ کے بعد ساحل سمندر کی طرف چلے آئے پھر ولید مدینے کی طرف چلے گئے اور حرہ مقام پر ان کی انگشت زخمی ہوگئی تو مذکورہ بالا اشعار پڑھے۔

حافظ ابن حجر تطبیق یوں دیتے ہیں کہ اگر یہ روایت درست ہو تو ''ولید نے یہ شعر صلح حدیبیہ کے موقع پر کہا ہوگا اور چوں کہ صلح حدیبیہ غزوہ موتہ سے پہلے ہے، پھر انہی پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے غزوۃ موتہ پر تضمین فرمائی ہوگی۔ (۱۵۳)

لیکن ملا علی قاریؒ کی رائے مذکورہ شعر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبان پر موزوں ہونے کی معلوم ہوتی ہے اور وہ تطبیق یوں دیتے ہیں۔ بہ ظاہر ابن رواحہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر بہ طور تبرک تضمین کی ہے اور آپ ﷺ کے کلام کو تحصیل برکت کے لئے ابتدا میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ غزوۂ موتہ کا وقوع غزوۂ احد کے بعد ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کے یہاں ایک ہی مضمون کا توارد ہوگیا ہو۔ (۱۵۴) ابن الجوزی نے بھی ان اشعار کا قائل عبداللہ بن رواحہؓ کو قرار دیا ہے۔ (۱۵۵)

بعض عروضیین رَجز کی بعض اقسام کے شعر ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ یہ خلیل ابن احمد الفراھیدی موسسِ علم عروض وقوافی کا مسلک ہے جیسا کہ خلیل کی طرف منسوب کتاب العین میں مذکور ہے۔ (۱۵۶) اگرچہ کتاب العین کے راوی لیث نے اس میں اپنی طرف سے بہت سے اضافے کردیئے ہیں، جس سے کتاب کی حیثیت مشکوک ہوگئی، مگر محتاط ائمہ لغت خصوصاً ازھری صاحب تہذیب اللغہ کا دعویٰ ہے کہ میں کتاب العین سے وہی بات نقل کروں گا جس کے بارے میں مجھے اطمینان ہوجائے گا کہ یہ خلیل ہی کی بات ہے اور خلیل کا مذکورہ بالا مذہب ازہری اور دیگر محققین نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ (۱۵۷)

لیث کہتے ہیں خلیل سے اس مذہب کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصف بیت پڑھنا ثابت ہے، معلوم ہوا کہ نصف بیت شعر نہیں، کیوں کہ اگر اس کو شعر مانیں تو آیت **وماعلمناہ الشعر** سے تعارض لازم آتا ہے۔ اسی طرح **انا النبی لاکذب انا ابن المطلب** یہ منہوک

کی قبیل سے ہے اور ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ مالقیت یہ مشطور کی قبیل سے ہے۔
خلیل سے مشطور اور منہوک کا معنی پوچھا گیا تو اس نے کہا ''انصاف مسجعۃ'' ''سجع پر لایا ہوا نصفِ بیت'' لہٰذا یہ دونوں شعر نصف بیت ہونے کی بنا پر شعر میں داخل نہ ہوں گے۔(۱۵۸)
خلیل کے مذکورہ مذہب کو پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، جمہور کا مسلک رجز کے اقسامِ شعر میں داخل ہونے کا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

هذا مذهب مردود (۱۵۹)

یہ مذہب رد کر دیا گیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

الرجز...... هو نوع من الشعر عند الاكثرين (۱۶۰)

رجز...... اکثر کے یہاں شعر کی ایک قسم ہے۔

البتہ اتنی بات طے ہے کہ اراجیز کو اشعار کا کم ترین طبقہ سمجھا جاتا ہے۔ فرزدق کہتا ہے:

انی لاری اطرقة الرجز ولكنی ارفع نفسی عنه (۱۶۱)

میں رَجز کے طریقے جانتا ہوں مگر خود کو اس سے بالاتر سمجھتا ہوں۔

ابو العلاء معری کی بھی یہی رائے ہے، کہتے ہیں:

ومن لم ینل فی القول رتبة شاعر
تقنّع فی نظمٍ برتبة راجز (۱۶۲)

جو شخص کلام میں شاعر کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا وہ راجز کے درجے پر ہی قناعت کر بیٹھتا ہے۔

۳۔ بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ شعر اور شاعر ہونے کی نفی فرمائی ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما علمنٰه الشعر (۱۶۳) اور

وما هو ابقول شاعر (۱۶۴)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

انما الذی نفاه الله عن نبيه صلی الله عليه وسلم فهو العلم بالشعر واصنافه واعاريضه وقوافيه والاتصاف بقوله ولم یکن موصوفا بذلك بالاتفاق (۱۶۵)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم شعر، اصنافِ شعر، شعر کے عروض وقوافی اور شاعر

ہونے کی نفی کی ہے اور آپ ﷺ بالاتفاق ان اوصاف سے موصوف نہیں تھے۔

امام جصاص (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فانّ من انشد شعرا لغیرہ او قال بیتا او بیتین لم یسمَّ شاعرا ولا یطلق علیہ انّہ قد علم الشعر اوقد تعلمہ، الاترٰی انّ من لا یحسن الرمی قد یصیب فی بعض الاوقات برمیتہ، ولا یستحق بذلک ان یسمّیٰ رامیا ولا انّہ تعلّم الرمی، فکذلک من أنشد شعرا لغیرہ وأنشأ بیتاونحوہ لم یسمّ شاعرا (۱۶۶)

جوشخص کسی دوسرے شاعر کا شعر پڑھے، یا ایک دوشعر خود کہہ لے اس کو شاعر نہیں کہا جاتا اور نہ یہ کہ یہ شخص شعر کا علم رکھتا ہے یا علم شعر سیکھ رکھا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جوشخص تیر اندازی اچھی طرح نہ جانتا ہو بسا اوقات اس کا تیر نشانے پر جا لگتا ہے اس کے باوجود اس کو تیر انداز نہیں کہا جاتا، نہ یہ کہ اس نے تیز اندازی سیکھ رکھی ہے، اسی طرح جوشخص کسی دوسرے کا شعر پڑھ لے یا ایک آدھ شعر تخلیق کرلے، وہ شاعر نہیں کہلاتا۔

اسی طرح امام خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کی بھی یہی رائے ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے شاعریت کی نفی فرمائی ہے اور چند اشعار زبان پر موزوں ہوجانے سے انسان شاعر نہیں ہوجاتا۔(۱۶۷)

مذکورہ بالا جواب وزنی معلوم ہوتا ہے اور دل کو لگتا ہے اور اس سے یہ عقدہ بھی حل ہوجاتا ہے کہ آخر کفار کو یا صحابہ کرام ہی کو ان اشعار کے زبانِ نبوت سے جاری ہوجانے پر اشکال کیوں نہ ہوا اور اس جواب کو تسلیم کرلینے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شعر کی نسبت کرنا موجبات کفر سے خارج ہوجاتا ہے (واللہ اعلم) لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بے دھڑک تخلیقِ شعر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جانے لگے، اس لئے کہ کفر ایک زہر ہے اور دیگر جوابات میں اشعار کی بالکلیہ نسبت ممنوع خیال کرکے مختلف انداز سے مذکورہ اشعار کو شعر کی تعریف سے خارج کیا گیا ہے، بس اس ایک جواب میں ایک دو اشعار کی نسبت کی اجازت معلوم ہورہی ہے، گویا بقیہ تمام محققین اشعار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کو زہر (کفر) قرار دے رہے ہیں جب کہ بعض محققین زہر ہونے کی نفی کررہے ہیں، اب خود ہی سوچ لیا جائے کہ جب کئی لوگ کہیں کہ اس کھانے میں زہر ہے اور چند لوگ نفی کریں تو آپ کسی میں ہمت ہوگی کہ اس کھانے کو تناول کرسکے؟

۴۔ ذیل میں ذکر کیا جانے والا جواب، اس موضوع پر قلم اٹھانے والے تقریباً ہر مفسر، محدث اور محقق نے ذکر کیا ہے۔ ہم چند حوالہ جات ذکر کرتے ہیں۔ امام خطابیؒ جوکہ بخاری وابوداؤد کے اولین

شارح ہیں، عظیم فقیہ محدث اور لغوی ہیں فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ کلام اور اس سے ملتے جلتے تمام اقوال اگر چہ وزن شعری پر پورے اترتے ہیں مگر ان سے شعر کا قصد وارادہ نہیں کیا گیا، جب کہ ان کا صدور نیت اور غور وفکر کی بنا پر نہیں ہوا، یہ تو اتفاقی کلام ہے جو کبھی کبھار صادر ہوتا ہے اور اس کا کچھ حصہ وزن شعری کے مطابق ہوجاتا ہے، ایسے ہی کچھ جملے باری تعالیٰ کی اس کتاب میں بھی پائے جاتے ہیں، جس کے پاس نہ تو اس کے سامنے سے باطل پھٹک سکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ تو حکمتوں والے قابل تعریف رب کا نازل کردہ کلام ہے۔ مثلاً باری تعالیٰ کا ارشاد: وجفان کالجواب وقدور راسیات (۱۶۸) یہ بلاشبہ شعر نہیں ہے اگر چہ وزن شعری پر پورا اترتا ہے۔ عمرو بن بحر (الجاحظ) بیان کرتے ہیں کہ اس نے کسی مریض کو یہ کہتے ہوئے سنا: اِذھبُولیٰ الیٰ الطبیب وقُولُوا قد اکتَوَیٰ'' مجھے طبیب کے پاس لے جاؤ۔ اس سے کہو جل گیا ہے''۔ تو اس کا یہ کلام وزن شعری پر پورا اترتا ہے اس لئے کہ اس کا وزن ہے فاعلاتن مفاعل فاعلاتن مفاعل انہوں نے اور بھی ایسی مثالیں ذکر کیں جو بہ کثرت لوگوں کی عام گفتگو میں پائی جاتی ہیں۔ (۱۶۹)

الامام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) رقم طراز ہیں کہ شعر وہ کلام موزوں ہے جس کا وزن اولیں قصد کے ساتھ مقصود ہو، بہر حال جو شخص معنی کا قصد کرے لیکن اس کا کلام باوزن صادر ہوجائے وہ شاعر نہیں ہوگا۔ کیا آپ باری تعالیٰ کا ارشاد ''لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون'' نہیں دیکھتے، یہ شعر نہیں ہے، جب کہ شاعر سے ایسا یہ کلام صادر ہو جس میں اتنے ہی سکون اور حرکتیں ہوں جتنی اس آیت میں ہیں یعنی '' فاعلاتن فاعلاتن'' تو وہ شعر ہوگا، اس لئے کہ اس نے ایسے الفاظ کو جمع کرنے کا قصد کیا ہے جس کے حروف اسی طرح متحرک وساکن ہیں اور معنی انہی کے تابع ہے۔ حکیم تو معنی کا قصد کرتا ہے جو ان الفاظ میں صادر ہوتا ہے۔ اس گفتگو سے اس بات کا جواب بھی ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر ذکر فرمایا انا النبی لا کذب ان ابن عبدالمطلب یا دو شعر۔ اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ شعر نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے قافیہ و وزن کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ (۱۷۰)

مذکورہ بالا عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ موزوں کلام شعر کی تعریف میں داخل نہیں، کیونکہ شعر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قائل نے قافیے اور وزن کو بالا ارادہ و بالقصد ملحوظ رکھا ہو اگر بالفرض قید قصد کا لحاظ نہ رکھا جائے اور ہر موزوں و مقفی کلام کو شعر سمجھ لیا جائے تو بہت سی آیات کا شعر ہونا لازم آئے گا، اس لئے کہ وہ آیات اوزان شعری پر پوری اترتی ہیں اسی طرح بعض فصیح بلکہ غیر فصیح بھی کلام کرتے ہیں اور بلا قصد ان کا کلام اوزان شعریہ پر صحیح جا بیٹھتا ہے، اور کوئی بھی ان کو شعر نہیں سمجھتا، جس

کی مثال خطابی کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ ایک مریض اپنے تیمارداروں کو طبیب کے پاس لے جانے کو کہہ رہا تھا، مگر شدتِ تکلیف میں کہا جانے والا یہ جملہ اوزان شعری پر صحیح بیٹھ رہا تھا، جس کو حافظ جیسے امامِ فن نے محسوس کرلیا۔

شعر کی تعریف میں قصد کی قید کا لحاظ رکھ کر زبانِ نبوت سے صادر ہونے والے کلام کو حدِ شعر سے خارج کرنے والا جواب بہت سے حضراتِ محققین سے منقول ہے، ذیل میں ہم بہ اختصار صرف بعض محققین کا نام ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

۱۔ امام طحاوی، (م۳۲۱ھ)(۱۷۱)

۲۔ امام ابن النحاس لغوی، (م۳۳۸ھ)(۱۷۲)

۳۔ ابن الفارس، (م۳۹۵ھ)(۱۷۳)

۴۔ ابوعلی اللغوی الحاتمی، (م۳۸۸ھ)(۱۷۴)

۵۔ ابن رشیق قیرانی امام صناعتِ شعرم (م۴۶۳ھ)(۱۷۵)

۶۔ امام راغب اصفہانی (م۵۰۲ھ)(۱۷۶)

۷۔ امام فن عروض ابن القطان سعدی (م۵۱۵ھ)(۱۷۷)

۸۔ علامہ زمخشری (م۵۳۸ھ)(۱۷۸)

۹۔ قاضی عیاض (م۵۴۴ھ)(۱۷۹)

۱۰۔ علامہ سکاکی (م۶۲۶ھ)(۱۸۰)

۱۱۔ قاضی بیضاوی (م۶۸۵ھ)(۱۸۱)

۱۲۔ علامہ قرطبی (م۶۷۱ھ)(۱۸۲)

۱۳۔ امام شرف الدین نووی (م۶۷۶ھ)(۱۸۳)

۱۴۔ علامہ ابوالبرکات نسفی (م۷۱۰ھ)(۱۸۴)

۱۵۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر (م۷۷۴ھ)(۱۸۵)

۱۶۔ میر سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ)(۱۸۶)

۱۷۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ)(۱۸۷)

۱۸۔ علامہ بدر الدین عینی (م۸۵۵ھ)(۱۸۸)

۱۹۔ علامہ برھان الدین البقاعی (م۸۸۵ھ)(۱۸۹)

۲۰۔علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)(۱۹۰)

۲۱۔علامہ صالح شامی (م ۹۴۲ھ)(۱۹۱)

۲۲۔ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)(۱۹۲)

۲۳۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۱۲۵ھ)(۱۹۳)

۲۴۔شیخ اعلیٰ تھانوی (م ۱۱۹۱ھ)(۱۹۴)

۲۵۔قاضی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ)(۱۹۵)

۲۶۔علامہ محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ)(۱۹۶)

۲۷۔امام انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۲ھ)(۱۹۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جواب کو اعدل الاجوبہ قرار دیا ہے۔(۱۹۸) علامہ صالحی نے سبل الھدیٰ والرشاد میں سولہ آیات ذکر کی ہیں جو اوزان شعر پر پورا اترتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

بحر الطّویل: فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر (۱۹۹)

بحر وافر: ویخذیھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین (۲۰۰)

بحر کامل: و اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (۲۰۱)

بحر رجز: و دانیۃً علیھم ظلالھا و ذللتْ قطوفھا تذلیلا (۲۰۲)

بحر ہزج: فألقوہ علی وجہ ابی یأت بصیرا (۲۰۳)

مذکورہ بالا جواب کو مع امثلہ اثاری نے منظوم کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

للشعر حدٌ عندھم محدود
قول مفید وزنہ مقصود
وباتفاق لم یکن بشعر
منسجم کما اتی فی الذکر
کقولہ انی وجدت امرأۃً
تملکھم واوتیت من کل شئی
وھکذا قول النبی احمدا
فی عشرۃٍ منھا دمٌ بَدا
ھل انت الا اصبع دمیتِ

وفـی سبیـل اللہ مـا لـقیـتِ
وحیث قـال المشرکون اعل ھبل
قـال لھـم: اللہ اعـلـی واجـل
وقـولـہ: انـا الـنبـی لا کـذب
وقـولـہ: انا ابن عبـد المطلب
جـمـیـعـہ من بـاب الانـسـحـام
لیـس بـقـصـد منـہ فـی الـکـلام
ولا یسـمـیّ: شـاعـرا قـائـلـہ
لـعـدم الـقـصـد ولا نـاقـلـہ (۲۰۴)

مذکورہ بالا آیات جو کہ اوزان شعری پر پوری اترتی ہیں کیا شعر کہلائیں گی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشھادۃ ہیں اور ہر چیز اس سے قصد و اختیار کے ساتھ صادر ہوتی ہے تو گویا باری تعالیٰ کو ان آیات کا موزوں ہونا معلوم بھی ہے اور یہ قصد و اختیار سے بھی صادر ہوئیں۔ لیکن محققین کے یہاں اس کے باوجود یہ آیات شعر نہیں کہلائیں گی، اس لئے کہ یہ آیات اگر چہ باری تعالیٰ کے قصد و اختیار سے صادر ہوئیں لیکن قصد اوّلی یہ نہیں تھا اور تعریف شعر میں قصد اولیٰ ہی مراد ہے۔ (۲۰۵) گویا ثانوی درجے میں قصد وارادہ ہونے سے شعر ہونا لازم نہیں آتا جب کہ باری تعالیٰ سے ان آیات کا موزوں ہوکر صادر ہونا ثانوی درجے کے قصد ہی سے تھا، لہٰذا ان آیات کا شعر ہونا لازم نہیں آتا۔

یہ اشکال بھی ذہن میں آسکتا ہے کہ انـا الـنبـی لا کـذب انا ابن عبدالمطلب میں قصد شعر کی نفی کرنا درست نہیں معلوم ہوتا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو باپ کی بجائے دادا کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ عادتاً باپ کی طرف جاتی ہے اور ظاہر ہے باپ کی طرف نسبت کی صورت میں وزن برقرار نہیں رہتا۔ جو اس بات کا قرینہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بالقصد فرمایا ہے: قاضی عیاضؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سجع بندی پائی جاتی تھی، جیسا کہ آپ ﷺ نے خطبوں اور دعاؤں میں ظاہر کیا ہے۔

ثانیاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت میں دادا ہی کی طرف منسوب تھے، کیونکہ عبدالمطلب سردار عرب تھے، اور پھر جناب عبداللہ جوانی ہی میں وفات پاگئے اور آپ ﷺ دادا کی پرورش میں پروان چڑھے، اس لئے لوگ آپ ﷺ کو اسی طرح پکارا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث ضمام بن ثعلبہ میں ہے کہ

انہوں نے حاضر ہوکر یہ کہا تھا: ایکم ابن عبد المطلب؟ تم میں سے عبد المطلب کے بیٹے کون ہیں؟ اس لئے دادا کی طرف نسبت خلاف عادت نہیں۔ (۲۰۶)

یا یہ قول امام خطابی اس مشہور خبر کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جو ''سیف بن ذی یزن'' نے عبد المطلب کو اس وقت بتائی جب قریش کا ایک وفد ان کی وفات کے وقت ان کے پاس گیا کہ تمہاری اولاد میں ایک نبی ہوگا جو دشمنوں کو قتل کرے گا۔

دورانِ جنگ ظاہر ہے اس مشہور خبر کی طرف توجہ دلانا ان کے حوصلے بڑھانے اور غیروں کے حوصلے پست کرنے میں بہت معاون ثابت ہوسکتا تھا، اس لئے باپ کی بہ جائے دادا کی طرف نسبت کو اختیار کیا گیا۔ (۲۰۷)

اشعار کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واسوۂ حسنہ کے حوالے سے یہ چند معروضات تھیں جو توفیق الٰہی سے جمع ومرتب ہوسکیں۔ باری تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور محض اپنی عنایت سے ہم ایسے کوتاہ دستوں کو بھی عشقِ رسالت کے جام سے سرفراز فرمائے۔ آمین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ النجم:۳

۲۔ اس حدیث کو سبط ابن الجوزی نے برآۃ الزمان میں مختلف طریقے سے نقل کیا ہے، جن کا مدار سدّی پر ہے، سدّی اگرچہ متکلم فیہ راوی ہیں مگر امامِ ترمذی نے ان کی توثیق کی ہے اس کے علاوہ ابوالفضل بن ناصر نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے، کشف الخفاء ج ۱، ص ۷۔ امام عجلونی، ط: مکتبہ القرشی قاہرہ، سن ۱۳۵۱ھ

۳۔ علامہ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، تحقیق: سعید اللحام، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ سنِ طباعت ۱۴۲۷ھ ج ۱، ص ۱۰۵

☆ امام محمد بن یوسف صالحی شامی، سبل الھدی والرشاد، تحقیق: عادل احمد علیہ الموجود مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۹۵

۴۔ صحیح مسلم، تحقیق خلیل مامون شیحا، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، سن ۱۴۲۷ھ ج ۳، ص ۸، رقم حدیث ۱۱۶۷

۵۔ جامع ترمذی: تحقیق: د، بشار عواد معروف، ط: دار الغرب الاسلامی بیروت، سن ۱۹۹۸ء، ج ۴، ص ۲۸۶، رقم ۲۵۱۸

۶۔ سنن ابن ماجہ: تحقیق: بشار عواد معروف، ط: دار الجبل بیروت سن: ۱۴۲۸ھ، ج ۵، ص ۵۵۲، رقم ۴۱۰۲

۷۔ امام محمد بن ادریس شافعی: تحقیق احمد محمد شاکر ط: مصطفیٰ البابی حلبی، سن ۱۳۵۸ھ، ص ۴۳، رقم ۱۳۸

۸۔ ابو منصور محمد بن احمد ازہری، تہذیب اللغۃ، تحقیق عبد السلام ھارون ط: المؤسسۃ المصریہ العاد، سن: ۱۴۰۸ھ، مادہ شعر: ج ۱، ص ۴۲۰

۹۔ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ الحموی، معجم الادباء، ط: دار احیاء التراث العربی بیروت، سن: ۱۴۰۸ھ، ج ۱۲، ص ۲۸۰

۱۰۔ الشافی فی القوافی، امام ابن القطاع صقلی سعدی، بہ حوالہ المنہاج شرح مسلم بن الحجاج، امام محی الدین یحیٰ بن شرف النوی، تحقیق خلیل مامون شیحا، ط: دار المعرفہ بیروت، سن ۱۴۲۳ھ، ج ۶، ص ۳۳۵

۱۱۔ آل عمران: ۹۲

۱۲۔ الشعرآء: ۳۵

۱۳۔ ڈاکٹر کرنیلیوس، محیط الدائرہ، مطبوعہ ملتان مکتبہ حقانیہ، ص ۴، ڈاکٹر کرنیلیوس ۱۲۳۳ میں امریکہ کے اندر پیدا ہوا وہیں پروان چڑھا، پھر عیسائیوں کی طرف سے سوریہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا اس نے علوم عربیت میں کمال پیدا کیا، پھر بیروت چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی اور ۱۳۱۳ھ میں انتقال ہو گیا، اس کی بہت ساری تصانیف مشہور ہوئیں جن میں: المرأۃ الوصفیہ۔ مطبوع۔ اور النقش فی الحجر۔ مطبوع۔ بھی شامل ہیں۔ الاعلام لزرکلی ۵/۲۲۳

۱۴۔ ابو جعفر احمد بن محمد النحاس، اعراب القرآن، تحقیق: زہیر غازی زاہد ط: عالم الکتب سن: ۱۴۹۰ھ، ج ۳، ص ۲۷۳

۱۵۔ جماعت محققین، اردو دائرۃ المعارف: پنجاب یونیورسٹی لاہور، سن ۱۴۳۳ھ ج ۵، ص ۵۳۳ (مادۂ شعر)

۱۶۔ امام بدر الدین ابن جماعہ، غرر التبیان فی من عم یسم فی القرآن، تحقیق: عبدالجواد خلف، ط: دار قتیبہ، سن: ۱۴۱۰ھ، ص ۴۳۶، (۱۳۰۱)

۱۷۔ امام ابوالمنصور ماتریدی، تاویلات اہل السنۃ، تحقیق، فاطمہ یوسف الخیمی ط: مؤسسۃ الرسالہ، سن ۱۴۲۵ھ، ج ۴/ص ۲۱۱۔ (امام ابوالمنصور ماتریدی مشہور متکلم اور علم عقائد کے عظیم امام ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے اصلاح عقائد کا بہت کام لیا، برصغیر پاک و ہند، بلاد ترک، چین، افغانستان اور علاقہ ہائے ماوراء النہر وغیرہ کے تمام حنفی عقائد میں انہی کے مقلد ہیں۔ (مقدمۂ شیخ زاہد الوثری بر تبیین کذب المفتری لابن عساکر) ان کی بہت ساری تصانیف ہیں جن میں ''کتاب التوحید'' ''کتاب المقالات'' کتاب رد ''اوائل الادلہ للکعبی'' ''کتاب ''بیان وھم المعتزلہ'' وغیرہ کلام وعقائد سے متعلق ہیں۔ (تاج التراجم از قطلو بغا ص ۵۹)

۱۸۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی، شرح معانی الآثار، تحقیق: شعیب الارناؤوط، ط: موسسۃ الرسالۃ، سن ۱۴۱۵، ج ۸، ص ۳۸۴۔ امام طحاوی عظیم محدث، صاحب نظر فقیہ اور مستند مفسر ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تصریح کے مطابق حنفیہ کے یہاں ان کا مقام امام ابو یوسف، و امام محمد رحمہ اللہ کے برابر کا ہے، شرح معانی الآثار ان کی لاجواب تصنیف ہے، جو پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کا مقصد احادیث کے ظاہری تعارض کو حل کرنا ہے۔ ایضاً: ج ۸، ص ۳۸۴

۱۹۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی/ الجامع لاحکام القرآن/ دار المصریہ، قاہرہ، ۱۳۶۶ھ: ج ۱۵، ص ۵۲

۲۰۔ قاضی محمد بن علی بن محمد اشوکانی / فتح القدیر / مصطفیٰ البابی حلبی مصر، ۱۳۵۱ھ: ج ۴، ص ۳۶۸
۲۱۔ علامہ شہاب الدین محمود آلوسی / روح المعانی / رشیدیہ لاہور: ۲۳، ۴۷
۲۲۔ الامام ابواسحاق ابراہیم بن السری الزجاج / معانی القرآن واعرابہ / تحقیق عبدالجلیل عبدہ شبلی، عالم الکتب، ۱۴۰۸ھ: ج ۴، ص ۲۹۳
۲۳۔ ابوسعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر القاضی البیضاوی / انوار التنزیل واسرار التاویل / دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۷ھ: ج ۲، ص ۲۸۲
۲۴۔ امام محمد فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب المعروف / تفسیر الکبیر: ج ۶، ص ۱۱۵
۲۵۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر / تفسیر القرآن العظیم / دار الاندلس، بیروت، ۱۳۸۵ھ: ج ۵، ص ۶۲۸
۲۶۔ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی / تفسیر المدارک / تاج محل کمپنی، پشاور: ج ۴، ص ۱۱۰
۲۷۔ امام ابن جریر طبری / جامع البیان فی تفسیر القرآن / بولاق مصر، ۱۳۲۳: ج ۲۳، ص ۱۹
۲۸۔ روح المعانی: ج ۲۳، ص ۴۸
۲۹۔ تفسیر القرآن العظیم: ج ۵، ص ۶۲۶
۳۰۔ روح المعانی: ج ۲۳، ص ۴۷
۳۱۔ علامہ فخر الدین قاضی خان / فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ ہندیہ / مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ: ج ۳، ص ۵۷۴
۳۲۔ امام ابوبکر رازی الجصاص / احکام القرآن / قدیمی کتب خانہ کراچی: ج ۳، ص ۵۵۴
۳۳۔ علامہ ابوالفرج ابن الجوزی / زاد المسیر / تحقیق: احمد شمس الدین، دار الکتب، ۱۴۲۲ھ: ج ۲، ص ۲۹۱
۳۴۔ الشعرآء: ۲۲۶
۳۵۔ تاویلات اہل السنہ: ج ۴، ص ۴۱۲
۳۶۔ امام راغب اصفہانی / المفردات فی غریب القرآن / تحقیق: محمد خلیل عیتانی / قدیمی کتب خانہ کراچی: ۲۶۵، (مادہ شعر)
۳۷۔ روح المعانی: ج ۲۳، ۴۷
۳۸۔ تفسیر کبیر: ج ۷، ص ۱۱۵
۳۹۔ صحیح مسلم، باب فضائل ابی ذر: ج ۸، ص ۲۴۵، رقم ۶۳۰۹
۴۰۔ الجامع الاحکام القرآن: ج ۱۵، ص ۵۳
۴۱۔ البقرہ: ۱۴۶
۴۲۔ تاویلات اہل سنہ: ج ۴، ص ۲۱۱
۴۳۔ العمدہ کے متعلق یہ تبصرہ فاضل وادیب عبدالرحیم بن علی البیسانی کا ہے جسے جمال الدین قفطی (م ۶۲۴ھ) نے انباہ الرواۃ میں نقل کیا ہے۔ انباہ الرواۃ: ج ۱، ص ۳۳۹

۴۴۔ ابن رشیق قیصروانی الامام فی صناعۃ الشعر/ العمدہ فی محاسن الشعر/تحقیق: محی الدین عبدالحمید، مطبعہ السعادہ مصر،۴ ۱۳۷ھ: ج۱،ص۲۱

۴۵۔ شرح مشکل الآثار: ج۸،ص۳۸۵، رقم ۳۳۳۲

۴۶۔ سنن امام ابی داوؤد/تحقیق: شیخ عوامہ، مؤسسۃ الریان بیروت، سن ۱۴۲۵ھ: ج۴،ص۱۳۱، رقم ۳۸۶۹، باب فی شرب التریاق کتاب الطب

۴۷۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں تریاق کی مذمت اس لئے فرمائی کہ اس میں سانپوں کا گوشت ڈالا جاتا تھا جو کہ حرام ہے۔ معالم السنن: ج۴،ص۲۰۴

۴۸۔ تمیمہ: چتکبرے مہرے جو کہ عرب لوگ جوڑ کر نظر نہ لگنے کے لئے بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے۔ النہایہ: ج۱،ص۱۹۷ (مادہ تمم)

۴۹۔ صحیح مسلم: ج۳،ص۳۹۵، رقم ۲۰۰۵

۵۰۔ تفسیر القرآن العظیم: ج۵،ص۶۲۶

۵۱۔ روح المعانی: ج۲۳، ۴۷

۵۲۔ امام ابن عدی جرجانی/ الکامل فی ضعفاء الرجال/ دار الفکر، بیروت: ج۴،ص۱۳۵۶

۵۳۔ علامہ جاراللہ زمخشری/ الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل/ دار المعرفہ، بیروت: ج۱،ص۶۰۸

۵۴۔ روح المعانی: ج۶،ص۱۱۵

۵۵۔ ابوعبداللہ الحوت البیروتی/ الاحادیث المشکلہ فی الرتبہ/تحقیق کمال یوسف الحوت/ عالم الکتب: ص۳۳

۵۶۔ احکام القرآن: ج۳،ص۵۵۴

۵۷۔ معانی القرآن واعرابہ: ج۴،ص۲۹۳

۵۸۔ تفسیر القرآن العظیم: ج۵،ص۶۲۸

۵۹۔ حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی/ فتح الباری بشرح صحیح البخاری تحت اشراف محب الدین الخطیب/ ادارت البحوث العلمیہ، سعودی عرب: ج۶،ص۱۶۱

۶۰۔ شرح مشکل الآثار: ج۸،ص۳۸۶

۶۱۔ ابوحسین احمد بن فارس/ مقاییس اللغۃ مادۃ حکمت/ مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۹۲ھ

۶۲۔ صحیح البخاری: ج۵،ص۲۲۷۶، رقم ۵۷۹۳۔ دار ابن کثیر تحقیق: مصطفیٰ دیب بغا، سن ۱۴۱۰ھ

۶۳۔ امام مجد الدین ابوالسعادات ابن اثیر جزری، النہایہ فی غریب الحدیث/تحقیق طاہر احمد الزاوی/ المکتب الاسلامی ریاض: ج۱،ص۴۱۹ (مادہ حکمت)

۶۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن بطال/شرح البخاری لابن بطال لصحیح البخاری/تحقیق عبدالقادر عطاء/ دار الکتب

۱۴۲۳ھ: ج ۹، ص ۳۳۳

۶۵۔ امام محمود بن محمد بدر الدین عینی/ عمدۃ القاری بشرح صحیح البخاری/ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ: ج ۲۲، ص ۱۸۲، فتح الباری: ج ۱۰، ص ۵۴۰

۶۶۔ صحیح مسلم: ج ۶، ص ۳۸۰، رقم ۴۶۴۹

۶۷۔ صحیح البخاری: ج ۱، ص ۳۸۸، رقم تفسیر قرطبی: ج ۱۵، ص ۵۲

۶۸۔ صحیح البخاری: ج ۱، ص ۱۶۵، رقم ۴۱۸، صحیح مسلم: ج ۶، ص ۳۸۱، رقم ۴۶۵۲

۶۹۔ امام احمد بن حنبل/ مسند احمد/ المکتب الاسلامی: ج ۳، ص ۳۹۱، ابن ماجہ: ج ۳، ص ۳۴۱، رقم ۱۹۰۰

۷۰۔ الکشاف: ج ۳، ص ۳۲۹

۷۱۔ ابوداؤد: ج ۴، ۳۳۲، رقم ۳۸۶۵۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۲۲۳۔ مسند احمد میں یہ اضافہ بھی ہے ما أبالی ما اتیت او ما رکبت

۷۲۔ مسند احمد: ج ۶، ص ۱۴۸، علامہ نور الدین ہیثمی نے مذکورہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد/ دار الفکر بیروت، سن ۱۴۰۸ھ (وقال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد: ج ۸، ص ۱۱۹)

۷۳۔ امام عبدالرزاق صنعانی/ تفسیر القرآن، تحقیق: مصطفیٰ مسلم محمد/ مکتبہ الرشد ریاض، ۱۴۱۰ھ: ج ۲، ص ۱۴۵

۷۴۔ امام جصاص/ تفسیر القرآن: ج ۳، ص ۵۵۴

۷۵۔ تفسیر طبری: ج ۲۳، ص ۱۹

۷۶۔ تفسیر القرآن العظیم: ج ۶، ص ۶۲۷

۷۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی/ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور/ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ: ج ۷، ص ۱۷

۷۸۔ الجامع لاحکام القرآن: ج ۱۵، ص ۵۱

۷۹۔ تفسیر القرآن العظیم: ج ۵، ص ۶۲۶

۸۰۔ حوالہ بالا: ج ۵، ص ۶۲۸

۸۱۔ احمد بن علی بن ثابت الخطیب بغدادی/ تاریخ بغداد/ دار الکتاب الغربی، بیروت: ج ۱۰، ۱۸۰

۸۲۔ تفسیر القرآن العظیم: ج ۵، ص ۶۲۸

۸۳۔ تاریخ بغداد: ج ۱۰، ص ۱۸۰

۸۴۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۵۴۱

۸۵۔ یہ حدیث تفصیل سے ماقبل میں صفحہ ۳۰۴ پر گزر چکی ہے۔

۸۶۔ جمال الدین یوسف ابوالحجاج مزی/ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال/ تحقیق احمد علی عبید/ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ: ج ۱۵، ص ۲۲۹

۸۷۔ زین الدین ابوالفرج ابن رجب حنبلی/ شرح علل الترمذی/تحقیق نورالدین عتر/ دارالعطاء ریاض، ۱۴۲۱ھ: ج ا،ص ۲۸۲

۸۸۔ جامع ترمذی: ج ۴،ص ۵۳۱،رقم ۲۸۴۸

۸۹۔ مسند احمد: ج ۶،ص ۱۳۸، رقم ۲۲۲،۱۵۶

۹۰۔ مسند احمد: ج ۶،ص ۳۱، ۴۱

۹۱۔ شیخ عوامہ/تعلیقات المصنف لابن ابی شیبہ: ج ۱۳،ص ۲۸۴

۹۲۔ شرح ابن رجب: ج ا،ص ۲۹۲، منقطع پر بھی مرسل کا اطلاق متقدمین کے ہاں کر دیا جاتا تھا۔ دیکھئے الکفایہ:ص ۳۳۳۔ خطیب بغدادی/تحقیق زکریا عمیرات/ دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۷ھ:ص ۳۳۳

۹۳۔ امام ابوجعفر طحاوی/ شرح معانی الآثار/تحقیق شمس الدین/ قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج ۴،ص ۱۱۱، رقم ۶۸۵۰

۹۴۔ شرح مشکل الآثار: ج ۸،ص ۳۷۴

۹۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۳،ص ۲۸۴، رقم ۲۶۵۳۷

۹۶۔ مجمع الزوائد: ج ۸،ص ۱۲۸

۹۷۔ تہذیب الکمال: ج ۸،ص ۳۲۸

۹۸۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی/ سیر اعلام النبلاء/تحقیق شعیب الارناؤوط/ موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ: ج ۴،ص ۲۹۹

۹۹۔ حوالہ بالا: ج ۵،ص ۳۱

۱۰۰۔ حوالہ بالا

۱۰۱۔ حوالہ بالا: ج ۵،ص ۲۷۴

۱۰۲۔ ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی/تفسیر القرآن العظیم/تحقیق اسعد محمد الطیب/ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سعودی عرب، ۱۴۱۹ھ: ج ۱۰،ص ۳۲۰۰، رقم ۱۸۱۱۱۔ حسین بن مسعود الفراء البغوی/ معالم التنزیل/ دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ: ج ۴،ص ۱۵۔ درالمنصور: ج ۷،ص ۱۷

۱۰۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی/تقریب التہذیب/تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر عطا/ قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج ا،ص ۴۹۴

۱۰۴۔ شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلی: ج ا،ص ۲۷۵

۱۰۵۔ حوالہ بالا: ج ا،ص ۲۸۵

۱۰۶۔ حوالہ بالا: ج ا،ص ۲۸۶

۱۰۷۔ ابن سیرینؒ کی وفات حسن بصریؒ کی وفات سے سو دن کے بعد ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ: ج ا،ص ۷۸

۱۰۸۔ شرح علل الترمذی لابن رجب: ج ا،ص ۲۸۷

۱۰۹۔ شرح ابن رجب: ج ا،ص ۲۹۰

۱۱۰۔ سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۷۴

۱۱۱۔ تفسیر القرآن العظیم: ج ۵، ص ۶۲۸۔ سبل الہدیٰ والرشاد: ج ۴، ص ۵۵

۱۱۲۔ عبد الملک بن ہشام انصاری/ سیرۃ ابن ہشام/ تحقیق محی الدین عبد الحمید/ مطبعہ حجازی قاہرہ: ج ۴، ص ۱۴۳

۱۱۳۔ سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰، ۴۲۸

۱۱۴۔ مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف حاجی خلیفہ/ کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون/ مکتبہ مثنی بغداد: ج ۲، ص ۱۷۴۷

۱۱۵۔ سیر اعلام النبلاء: ج ۹، ص ۱۳۹

۱۱۶۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسین البیہقی/ دلائل النبوۃ/ تحقیق عبد المعطی قلعی/ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ: ج ۵، ص ۱۸۱

۱۱۷۔ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی/ تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعہ/ تحقیق عبد الوہاب عبد الطیف/ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۱ھ/: ج ۲، ص ۲۹۰، رقم ۳۰

۱۱۸۔ سیر اعلام النبلا: ج ۶، ص ۱۱۵

۱۱۹۔ ایضاً: ج ۶، ص ۱۱۶

۱۲۰۔ صحیح بخاری: ج ۳، ص ۱۴۲۱، رقم ۳۶۹۴۔ امام ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری/ مستدرک حاکم علی الصحیحین، تحقیق عبد السلام علوش/ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۸ھ: ج ۳، ص ۵۴۶، رقم ۴۳۳۴

۱۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۳، ص ۳۱۲، رقم ۲۶۵۳۔ مسند احمد: ج ۴، ص ۲۸۲، ۲۸۵، ۲۹۱، ۳۰۲۔ صحیح بخاری: ج ۳، ص ۱۱۰۳، رقم ۲۸۷۰۔ صحیح مسلم: ج ۶، ص ۳۷۹، رقم ۴۶۴۶

۱۲۲۔ صحیح بخاری: ج ۳، ص ۱۰۴۳، رقم ۲۶۷۹۔ صحیح مسلم: ج ۶، ص ۳۸۰، رقم ۴۶۴۹

۱۲۳۔ جامع ترمذی: ج ۵، ص ۳۱۸، رقم ۳۲۸۴۔ مسند بزار بحوالہ کشف الاستار فی زوائد البزار، علامہ نور الدین ہیثمی/ تحقیق حبیب الرحمٰن اعظمی، موسسۃ ۱۴۰۴ھ: ج ۳، ص ۱۷۱، رقم ۲۲۶۲۱

۱۲۴۔ مذکورہ حدیث کے متعلق علامہ قرطبی و علامہ قطب الدین الشافعی الخیضری نے یہ فرمایا ہے کہ مذکورہ اشعار حضور صلی اللہ عنہ وسلم نے پڑھے ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی: ج ۱۵، ص ۱۵۲۔ اللفظ المکرم: ص ۱۰۷۔ علامہ ہیثمی بھی انہی کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں۔ عمدۃ القاری: ج ۷، ص ۲۱۴۔ جب کہ حافظ ابن حجرؒ کو اس سے اختلاف ہے۔ فتح الباری: ج ۳، ص ۴۲، مذکورہ حدیث کو صحیح بخاری میں کیا گیا ہے۔ ج ۱، ص ۳۸۸

۱۲۵۔ شرح مشکل الآثار: ج ۸، ص ۳۷۷، رقم ۳۳۲۱

۱۲۶۔ صحیح بخاری: ج ۵، ص ۲۲۷۶، رقم ۵۷۹۵۔ صحیح مسلم: ج ۸، ص ۱۵، رقم ۵۸۴۹

۱۲۷۔ احمد والطبرانی وابویعلی والبزار وحاتم ثقات مجمع الزوائد: ج ۸، ص ۱۲۸

۱۲۸۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن الشہرزوری المعروف ابن الصلاح/ معرفۃ انواع علم الحدیث/ تحقیق ماہر یاسین فحل/ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ: ج ۱۰۴

۱۲۹۔ علامہ احمد بن محمد ابو الفضل ابن حجر ہیثمی/ اشرف الرسائل الی فہم الشمائل/ تحقیق الفوارس احمد بن فرید الزہدی/

دار الکتب: ص ۳۴۷، جمع الوسائل فی شرح الشمائل للقاری: ج ۲، ص ۴۰،

۱۳۰۔ امام ابو الحجاج مزی (م ۷۴۲ھ) جن کا ابن تیمہ کے نزدیک علم روایت حدیث میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ (طبقات ابن قاضی شھبہ: ج ۳، ص ۲۲۸، رقم ۶۳۱) ان سے حافظ ابن کثیر نے سوال کیا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی یہ حدیث جس میں سوائے ایک شعر کے تمثل کے دیگر اشعار سے تمثل کی نفی کی گئی اور اس ایک شعر کا وزن بھی توڑ دیا گیا۔کیسی ہے تو انہوں نے اس حدیث کو نہ صرف منکر قرار دیا بلکہ فرمایا کہ اسے تمثلا اشعار پڑھنا ثابت ہیں بھی چند اشعار ذکر کی جائے۔ دیکھئے تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر: ج ۵، ص ۶۲۸

۱۳۱۔ الکفایہ: ص ۱۸۶

۱۳۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۳، ص ۲۸۹، رقم ۲۶۵۴۶

۱۳۳۔ حوالہ بالا: ج ۱۳، ص ۳۰۷، رقم ۲۶۵۸۶۔

۱۳۴۔ علامہ سہیلی نے اقرع کو عینیہ پر مقدم کرنے کی کئی وجوہات ذکر کی ہیں مثلاً یہ کہ تقدیم کی وجہ فضیلت ہے وہ اس طرح کہ عینیہ عہد صدیقی میں مرتد ہوگیا اور کہنے لگا میں ایمان نہ لایا تھا جب کہ اقرع پکے سچے مومن تھے اور اسی طرح اقرع کو قرابت نبوی بھی حاصل ہے۔ الروض الانف: ج ۲، ص ۳۱۰۔ ملا علی قاری نے من لم تزودکو بالاخبار پر مقدم کرنے کی یہ وجہ ذکر کی ہے کہ شاعر قید وزن کی بنا پر عمدہ کو زائد پر مقدم نہ کر سکا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کی حقیقی ترتیب کے مطابق ''تکلم فرمایا''۔ جمع الوسائل: ج ۲، ص ۴۱

۱۳۵۔ علامہ برہان الدین البقاعی/ نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور/ دار الکتب اسلامی، قاہرہ: ج ۱۶، ص ۱۷۰، ۱۷۲

۱۳۶۔ دلائل النبوۃ: ج ۵، ص ۱۸۱

۱۳۷۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل: ج ۲، ص ۴۱

۱۳۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۳، ص ۲۸۱، رقم ۲۶۵۳۲۔ صحیح مسلم: ج ۸، ص ۱۴، رقم ۵۸۴۶

۱۳۹۔ ابن ماجہ: ج ۳، ص ۳۴۰، رقم ۱۸۹۹۔ علامہ شہاب الدین احمد بن ابی بکر البوصیری الشافعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ زوائد ابن ماجہ/ تحقیق محمد مختار حسین/ دار الکتب العلمیہ، بیروت/ ص ۱۷۱، رقم ۶۳۵

۱۴۰۔ علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفی/ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان/ تحقیق کمال یوسف الحوت/ دار الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۰۷ھ: ج ۷، ص ۵۱۷، رقم ۵۷۵۸۔ امام احمد بن علی ابو یعلی موصلی/ مسند ابی یعلی/ تحقیق ارشاد الحق/ مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت، ۱۴۰۸ھ: ج ۳، ص ۳۶۷، رقم ۳۳۸۱

۱۴۱۔ مسند ابی یعلی موصلی: ج ۳، ص ۴۳۲، رقم ۳۵۵۹

۱۴۲۔ شرح معانی الآثار: ج ۴، ص ۱۱۱، رقم ۶۸۴۸۔ دلائل النبوہ: ج ۵، ص ۴۸

۱۴۳۔ صحیح بخاری: ج ۵، ص ۱۹۷۶، رقم ۴۸۵۲۔ سنن ابن ماجہ: ج ۳، ص ۳۳۹، رقم ۱۸۹۷۔ سنن ابو داؤد: ج ۵، ص ۳۲۳، رقم ۴۸۸۶

۱۴۴۔ الامام محمد بن اسماعیل البخاری/ الأدب المفرد/ تحقیق عبد القادر عطاء/ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰: ج ۲، ص ۳۱۴

۱۴۵۔ حوالہ بالا: رقم ۸۶۶

۱۴۶۔ علامہ ابن عابدین شامی/ ردالمختار/ مطبوعہ ایچ ایم سعید: ج۱،ص ۴۶، ۴۷۔ فتح الباری: ج ۱۰،ص ۵۳۹

۱۴۷۔ علامہ شیخ نظام الدین برہان پوریو جماعت علما/ الفتاوی الہندیہ/ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ: ج ۵،ص ۳۵۱

۱۴۸۔ یہ ابن التین کا مسلک ہے۔ فتح الباری: ج ۸،ص ۳۱۔ اس کے علاوہ یہ قول: ابن النحاس، اعراب القرآن: ج ۳،ص ۳۷۲۔ علامہ خطابی، اعلام الحدیث: ج ۲،ص ۱۳۸۳۔ قاضی عیاض، اکمال المعلم: ج ۶،ص ۱۳۱، علامہ قرطبی، تفسیر قرطبی: ج ۱۵،ص ۵۳۔ نے یہ قول نقل کیا ہے۔

۱۴۹۔ یہ علامہ کرمانی کا قول ہے، ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے کہ وزن برقرار رہے گا۔ فتح الباری: ج ۱۰،ص ۵۴۱

۱۵۰۔ فتح الباری: ج ۸،ص ۳۱

۱۵۱۔ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی/ لسان العرب/ تحقیق متعدد اساتذہ ۱۴۲۶ھ مادہ شعر

۱۵۲۔ فتح الباری: ج ۸،ص ۳۱

۱۵۳۔ حوالۂ بالا: ج ۱۰،ص ۵۴۱

۱۵۴۔ علی بن سلطان الہروی المعروف ملا علی قاری/ المرقاۃ المفاتیح شرح المشکاۃ المصابیح/ مکتبہ امدادیہ ملتان: ج ۹،ص ۱۲۴

۱۵۵۔ روح المعانی: ج ۲۳،ص ۴۸

۱۵۶۔ خلیل بن احمد الفراہیدی/ کتاب العین/ مطبوعہ قم ایران: ج ۶،ص ۶۴، ۶۵، ۶۶

۱۵۷۔ تہذیب اللغۃ (مادہ رجز)، تاج الفردس الامام سید محمد مرتضٰی زبیدی/ تاج العروس (مادہ رجز)۔ الامام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی/ اعلام الحدیث شرح صحیح البخاری/ تحقیق محمد بن سعید آل سعود، ۱۴۰۹ھ: ج ۲،ص ۱۳

۱۵۸۔ کتاب العین: ج ۶،ص ۶۴، ۶۵، ۶۶

۱۵۹۔ فتح الباری، باب قول اللہ تعالی ویوم حنین: ج ۸،ص ۳۱،

۱۶۰۔ عمدۃ القاری: ج ۲۲،ص ۱۸۰

۱۶۱۔ ڈاکٹر محمد عبدالمجید الطویل/ العروض والقوافی عند ابی العلاء/ دار غریب، قاہرہ: ص ۸۱

۱۶۲۔ ابوالعلاء معری/ لزوم مالا یلزم (اللزومیاب)/ تحقیق وحید کبابہ حسن محمد/ دار الکتاب العربی، ۱۴۲۵ھ: ج ۱، ص ۵۹۰، رقم ۷۳۵

۱۶۳۔ یٰسین: ۶۹

۱۶۴۔ الحاقۃ: ۴۱

۱۶۵۔ الجامع لأحکام القرآن: ج ۱۵،ص ۵۳

۱۶۶۔ احکام القرآن: ج ۳،ص ۵۵۴

۱۶۷۔ اعلام الحدیث: ج ۲،ص ۱۳۶۰، رقم ۲۸۰۲

۱۶۸۔ السبا:۱۳

۱۶۹۔ اعلام الحدیث: ج۲، ص۱۳۶۰، رقم ۲۸۰۲

۱۷۰۔ تفسیر مفاتیح الغیب: ج۷، ص۱۱۵

۱۷۱۔ شرح مشکل الآثار: ج۸، ص۳۸۷

۱۷۲۔ اعراب القرآن: ج۳، ص۲۷۳

۱۷۳۔ فقہ اللغۃ/ ابن فارس، بحوالہ سبل الہدیٰ والرشاد: ج۱۰، ص۴۱۵

۱۷۴۔ ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر سکاکی/ مفتاح العلوم/ دار الکتب العلمیہ: ص۲۱۸

۱۷۵۔ العمدہ فی صناعۃ الشعر: ج۱، ص۲۰

۱۷۶۔ المفردات فی غریب القرآن: بہ ذیل مادہ شعر

۱۷۷۔ الشافی فی القوافی/ ابن القطاع۔ بحوالہ شرح مسلم للنووی از الشافی: ج۶، ص۳۳۵

۱۷۸۔ تفسیر کشاف: ج۴، ص۲۶

۱۷۹۔ قاضی عیاض الیحصبی/ اکمال العلم/ تحقیق یحییٰ اسماعیل/ دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ: ج۶، ص۱۳۲

۱۸۰۔ مفتاح العلوم: ج۱، ص۱۹۹

۱۸۱۔ انوار التنزیل: ج۲، ص۲۸۶

۱۸۲۔ الجامع لاحکام القرآن: ج۵، ص۵۳

۱۸۳۔ شرح مسلم للنووی: ج۶، ص۳۳۵

۱۸۴۔ تفسیر المدارک: ج۲، ص۱۱۱

۱۸۵۔ تفسیر القرآن العظیم: ج۵، ص۶۲۸

۱۸۶۔ میر سید شریف جرجانی/ کتاب التعریفات/ رحمانیہ لاہور: ص۹۱

۱۸۷۔ فتح الباری: ج۸، ص۳۱

۱۸۸۔ عمدۃ القاری: ج۲۲، ص۱۸۰

۱۸۹۔ نظم الدرر: ج۱۶، ص۱۶۴

۱۹۰۔ حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی/ المزہر فی علوم البلاغۃ و انواعہا/ تحقیق محمد احمد جاد/ مکتبہ العصریہ، ۱۹۸۶ء: ج۲، ص۴۹۲

۱۹۱۔ سبل الہدیٰ والرشاد: ج۱۰، ص۴۱۵

۱۹۲۔ المرقاۃ المفاتیح: ج۵، ص۲۵۷

۱۹۳۔ تفسیر مظہری/ ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۳۹۶ھ: ج۸، ص۵۳

۱۹۴۔ شیخ اعلیٰ التھانوی/ کشاف اصطلاحات الفنون/ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۱۳ھ: ج۱، ص۴۴۷

۱۹۵۔ فتح القدیر: ج۴،ص۳۶۸

۱۹۶۔ روح المعانی: ج۲۳،ص۴۸

۱۹۷۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری/تقریر امام انور شاہ کشمیری/مطبعہ حجازی، قاہرہ ۱۳۵۷ھ: ج۴،ص۳۹۶

۱۹۸۔ فتح الباری: ج۸،ص۳۱

۱۹۹۔ الکہف:۲۹

۲۰۰۔ التوبہ:۱۴

۲۰۱۔ البقرہ:۲۱۲

۲۰۲۔ الدہر:۱۴

۲۰۳۔ یوسف:۹۳

۲۰۴۔ ڈاکٹر محمد بن حسن بن عثمان/ المرشد الوافی فی العروض والقوافی / دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ:ص۹

۲۰۵۔ کشاف اصطلاحات الفنون: ج۱،ص۴۵۷

۲۰۶۔ اکمال المعلم: ج۶،ص۱۳۲

۲۰۷۔ اعلام الحدیث: ج۲،ص۱۳۸۲

فصاحت و بلاغت اور خطابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک جامع مطالعہ

خطابت نبوی ﷺ

سید عزیز الرحمٰن

تقدیم | تعارف

مولانا سلیم اللہ خاں مدظلہ | ڈاکٹر سید سلمان ندوی

صفحات: ۲۸۰ | قیمت: ۲۲۰ روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴۔ کراچی۔74600، فون: 021-6684790

مجموعۃ الوثائق السّیاسیۃ للعہد النّبوی ﷺ والخلافۃ الراشدہ

ایک مطالعہ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی ☆

عالم اسلام کے معروف محقق، سیرت نگار اور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی جن تصانیف نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی، ان میں ''الوثائق السّیاسیۃ'' قابل ذکر اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں عہدِ نبویؐ اور دورِ خلافتِ راشدہ کی تین سو سے زیادہ تحریری دستاویزات اور مکتوبات کو انتہائی محنت اور تحقیق وجستجو کے بعد جمع کیا گیا ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' میں رقم طراز ہیں:

> مکتوباتِ نبوی کو جمع کرنے کا شوق عہد صحابہؓ ہی سے نظر آتا ہے، کسی دور کی سیاست کو سمجھنے کے لیے مورخوں کے عام تذکروں سے زیادہ اس دور کی سرکاری دستاویزوں پر اعتماد کرنا صحیح ہوتا ہے، اگرچہ عہدِ نبوی ﷺ کی بہت سی دستاویزیں زمانے کی دست بُرد سے اب ناپید ہوگئی ہیں، تاہم پھر بھی کسی اور قدیم نبی یا حکمراں کے برخلاف رسولِ عربی ﷺ کے سلسلے میں اس حوالے سے جتنا مواد محفوظ ہے، وہ بے نظیر ہے۔(۱)

مکاتیب اور سیاسی وثیقہ جات کی تدوین

عہدِ نبوی ہی میں اس امر کے شواہد ملتے ہیں کہ عرب قبائل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خطوط ورسائل اور آپ کے مکتوباتِ گرامی کو قدر اور عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کے مکتوبات کی ناقدر شناسی کو باعث وبال تصور کرتے تھے۔ اس امر کے بھی شواہد ملتے ہیں کہ قبیلے کے افراد باقاعدہ جمع ہوکر ان کو پڑھتے اور سنتے تھے۔ قاضی اطہر مبارک پوریؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> رسول اللہ ﷺ نے سمعان بن عمرو بن قریط عرنیؓ کے پاس دعوتی مکتوب روانہ فرمایا، جو

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر تھا۔ سمعان بن عمرؓ نے نامۂ مبارک سے اپنے ڈول کی پیوند کاری کردی۔ اس پر ان کی بیٹی نے ان سے کہا:

ماراك الّا سیُصیبك قارعة اتاك کتاب سیّدالعربّ فرقعتَ به دلوَك

میں دیکھ رہی ہوں کہ تم پر بہت جلد کوئی مصیبت آنے والی ہے، سیّد العرب کا خط آپ کے نام آیا اور آپ نے اس سے ڈول کی پیوند کاری کردی؟ (۲)

ابوعمارہ عبد خیر ہمدانیؒ کا بیان ہے کہ میں بچپن میں اپنے وطن یمن میں تھا، اسی زمانے میں ہمارے قبیلے کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی مکتوب آیا۔ اس کے پڑھنے اور سننے کے لیے باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔ منادی ہوئی۔ لوگ ایک میدان میں جمع ہوئے۔ میرے والد بھی گئے اور دوپہر تک وہاں سے واپس لوٹے۔ انہوں نے میری والدہ سے کہا، اے امِ فلاں، ہم مسلمان ہوگئے ہیں۔ تم بھی اسلام قبول کرلو۔ ہم نے دین (کفر وشرک پر مبنی اپنا سابقہ مذہب) بدل دیا ہے، تم بھی دین بدل ڈالو۔ (۳)

''مغازی'' کے مشہور عالم مجالد بن سعید بن عمیر ہمدانی کوفیؒ متوفی ۱۴۴ھ کے دادا عمیر ذومران ہمدانیؓ کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت نامہ روانہ فرمایا تھا، جو قبیلہ بنو ہمدان میں محفوظ تھا اور مجالد بن سعید نے اس کی زیارت کی تھی، ان کا بیان ہے۔

کتاب رسول اللہ ﷺ الیٰ جدّی عندنا (۴)

قاضی اطہر مبارک پوریؒ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض مکتوباتِ گرامی اور سیاسی وثیقہ جات کے حوالے سے اس قسم کی متعدد روایتیں اور نظائر پیش کیے ہیں۔ (۵)

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ہلال بن حارث مزنیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قطعۂ زمین کی جاگیر عنایت فرما کر تحریر لکھوادی۔ بعد میں ان کی اولاد نے وہ زمین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھ فروخت کردی۔ اس سلسلے میں راوی کا بیان ہے:

وجاؤ بکتاب القطعة اللّتی قطعها رسول اللہ ﷺ لا بیهم فی جریدة قال، فجعل عمر یمسحها علیٰ عینیه (٦)

ہلال بن حارثؓ کی اولاد رسول اللہ ﷺ کا مکتوب لائی، جو ان کے والد کے نام ایک شاخ پر تحریر تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بار بار اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے۔ (٦)

نجران کے عیسائی وفد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صلح نامہ عنایت فرمایا تھا، وہ مدتوں ان کے پاس محفوظ رہا، اس سلسلے میں بلاذری نے لکھا ہے: